

ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات

مرتب

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی نقشبندی مجددی مدظلہ
ناظم دارالعلوم رشیدیہ حیدرآباد

دارالعلوم رشیدیہ
مہدی پٹنم، حیدرآباد

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات

مرتب

مُفتی أحمد اللہ نِثار قاسمی

ناظم دار العلوم رشیدیہ وصدر دار الافتاء والارشاد حیدر آباد

ناشر

دار العلوم رشیدیہ

زیر انتظام: رشیدیہ ایجوکیشنل چیاریٹیبل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ

تفصیلات

نام کتاب	:	ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات
مرتب	:	مفتی احمد اللہ نثار قاسمی
صفحات	:	106
ناشر	:	دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآبا
سن اشاعت	:	رجب المرجب ۱۴۴۴ھ جنوری ۲۰۲۳ء
تعداد باراول	:	1000

ملنے کے پتہ:

دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآباد 8698400636 - 8341658711

فہرس

سوزِ دل

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے بہاروں پر بہار آئی　زمیں کو چومنے جنت کی خوشبو بار بار آئی
وہ دانائے سبل، ختم الرسل مولائے کل جس نے　غبار راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا
نگاہ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر　وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

غالباً ۲۰۱۲ء میں مفتی ابوبکر جابر قاسمی صاحب دامت برکاتہم کی رفاقت میں آپ کے حکم پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور وفات پر کچھ جمع کرنے کی توفیق ملی تھی ، اور الحمدللہ جمع بھی ہوگیا، مگر کسی معقول عارضہ کی وجہ سے منظرِ عام پر نہ آسکا، بعد میں ہر سال ربیع الاول کی مناسبت سے کچھ بیان کرتے کرتے داعیہ ہوا کہ اس ماہ کی نسبت سے چار عناوین پر اپنے بیاض کے طور پر کچھ مواج جمع ہو جائے، چنانچہ مندرجہ ذیل چار عناوین پر مواد جمع کرنے کی توفیق ملی: (۱) ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات۔ (۲) ولادتِ جسمانی کی برکات۔ (۳) ولادتِ روحانی کی برکات۔ (۴) رحلتِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباق۔ ان میں سے پہلا عنوان پیشِ خدمت ہے۔

عقلمند انسان اپنا ہر کام خوب سے خوب تر کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے کوئی ماڈل ہونا ضروری ہوتا ہے تاکہ اپنے کام کو موازنہ کرکے بہترین انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔ زندگی گزارنا بھی ایک اہم کام ہے، چونکہ یہ صرف ایک بار ملتی ہے۔ زندگی بہتر انداز میں بسر کرنے کے لئے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ جن کی اتباع سے دنیا اور آخرت میں کامیاب و کامران رہیں گے، بشرطیکہ اس نمونہ کا ذکر بار بار ہوتا رہے۔ یاد رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک کا مطالعہ ہمیں دوسری تمام سیرتوں کے مطالعہ سے بے نیاز کرسکتا ہے۔ مگر دوسری تمام عظیم ہستیوں کا مطالعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے ہمیں بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

آپ نے وقت کی رفتار بدل کر رکھ دی

وقت چلتا ہے مگر آپ کی رفتار دیکھ کر

زندگی آج بھی پا سکتی ہے معراج مگر
آپ کے حُسنِ عمل، رفعتِ کردار دیکھ کر!

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں تم جو کوئی بھی ہو اور جس حال میں بھی ہو تمھاری زندگی کے لیے نمونہ تمھارے سیرت واخلاق کی درستگی کے لیے سامان تمھارے ظلمت کدہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور راہنمائی کا نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات کامل اور سیرت پاک میں ہر وقت مل سکتا ہے۔ اس لئے ہر طبقۂ انسانی کے ہر فرد کے لیے ہر طالب حق کے لیے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات طیبہ کا مطالعہ ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔

اللہ مراتب بلند کرے اکبر الہ آبادی کے، سیرت کی اہمیت کا عطر ایک شعر میں پیش کر دیا ہے:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

سیرت حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیغام کو صرف چند مذہبی عقائد اور اعمالِ صالحہ کا مجموعہ قرار دینا سیرت پر ظلم ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو صرف طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوۃ تک محدود رکھا جائے، ایسا سمجھنے والے صرف نمازمیں سر جھکاتے نہیں ہیں بلکہ ہر باطل کے آگے سر جھکا دیتے ہیں، کیونکہ جس نے سیرت کے پیغام کو محدود کر دیا اسکی نظر میں حق بھی محدود ہو گیا۔ جبکہ حیات مبارکہ بین الاقوامی طور پر پوری انسانی تہذیب وتمدن کی اصلاح و تعمیر کا جامع عنوان ہے۔ قرآن کے ابدی اصولوں کی تفسیر ہے، قرآنِ مجید کے مقدس پیغام کی تکمیل ہے۔

آخر کچھ تو بات تھی کہ "مائیکل ہارٹ" جیسا عیسائی مصنف اپنی کتاب (The One Hundred) میں عیسائی ہونے کے باوجود سرفہرست آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام لکھنے پر مجبور ہے۔

اور حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے کہ : میری عقیدت بار بار میرا دامن کھینچتی ہے کہ میں یہ مقام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوں ۔میں نے عرصہ تک اس بات پر غور کیا مگر میرا دماغ کہتا ہے کہ بڑا تو وہ ہے جس نے انسانی مسائل کو ٹھیک انداز میں حل کیا ہے اور پھر (حضرت محمد ﷺ) ہی کا نام ہر لحاظ سے ذہن میں آتا ہے۔

یورپی عیسائی مصنف ''تھامس کارلائل'' (Hero Hero Worship) نامی کتاب کا مصنف ! جو برٹش میوزیم ہال میں لیکچر دیا کرتا تھا جسے سننے کے لیے پورے یورپ سے لوگ چلے آتے تھے اس نے جب (Hero as Prophet) پر لیکچر دیا تو حضرت محمد ﷺ کا انتخاب کیا۔لوگوں کا خیال تھا کہ یہ مقام حضرت عیسیٰ کا ہے۔سارے ہال میں شور مچ گیا،لوگ ہال چھوڑ کر جانے لگے،اس نے کسی کی پرواہ کئے بغیر اپنا لیکچر جاری رکھا۔اور کہنے لگا : اگر تم میں سے ایک بھی آدمی نہ ہو گا تب بھی میں اپنا لیکچر پورا کروں گا۔میں دیوار کو لیکچر دیتا رہوں گا۔چنانچہ آدھا گھنٹہ وہ دیوار کی طرف منہ کر کے بولتا رہا اس کے لیکچر میں بے پناہ جوش و خروش تھا آخر سارے لوگ آہستہ آہستہ کر کے واپس آ گئے۔

اگر کوئی شخص آپ ﷺ کا نام تو بڑے پیار و محبت سے لے،نام آنے پر انگوٹھے کو چوم لے مگر عملاً آپ ﷺ کے فعل اور عمل کی پیروی نہ کرے تو ایسا شخص دعوائے حب رسول ﷺ میں جھوٹا اور اس کا دل حب رسول ﷺ سے خالی ہے۔کیونکہ آپ ﷺ کے ساتھ محبت کا معیار تو آپ ﷺ کی سنت کی پیروی ہی ہے۔عربی شاعر لکھتا ہے۔

تَعْصِي الإِلٰه وَ أَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ   هذا محالٌ في القياس بديعُ

لَوْ كانَ حُبُّكَ صادِقاً لأَطَعْتَهُ   إنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعُ

ترجمہ : تو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی بھی کرتا ہے پھر آپ ﷺ سے محبت کا دعویٰ بھی رکھتا ہے ۔واللہ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے ۔اگر تیری محبت سچی ہوتی تو حضور ﷺ کی اطاعت و اتباع کرتا کیوں کہ محب تو اپنے محبوب کا اطاعت شعار ہوا کرتا ہے۔

ذ کر حبیب ﷺ تو ہر دور میں ہوتا رہا ہے اور آج بھی ہو رہا ہے،ڈاکٹر محمود احمد

غازی (م ۲۰۱۰ء) لکھتے ہیں کہ ”گزشتہ دوسو سال کے دوران برِّ صغیر میں سیرتِ پاک کے موضوع پر کمّاً وکیفاً اتنا وقیع کام ہوا ہے کہ اس پر برِّ صغیر کے مسلمان باشندوں کو نہ صرف بارگاہِ ربّ العلیٰ میں سجدۂ شکر ادا کرنا چاہیے، بلکہ برِّ صغیر میں جو کام ہوا ہے اس پر ہمیں کسی حد تک احساسِ تفاخر بھی ہونا چاہیے“۔

مزید لکھتے ہیں: ”انیسویں صدی کے وسط سے مطالعۂ سیرت کی جو غیر معمولی سرگرمی برِّ صغیر میں دیکھنے میں آئی، اس کی مثالیں دنیائے اسلام میں کم ملتی ہیں“۔(۱)

مگر افسوس یہ ہے کہ سیرت کا تذکرہ بعض لوگ تو صرف معلومات کے حصول کے لیے کرتے ہیں، کوئی پروگراموں میں اپنی برتری ثابت کرنے کوشش میں لگے رہتے ہیں، بعض یورپ کی تقلید میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم پیدائش تفاخر کے طور پر مناتے ہیں کہ ہمارے پاس بھی ایک عظیم پیغمبر ہے۔ جبکہ انہیں سیرت کی معلومات اتنی بھی نہیں ہوتی ہیں جتنی بعض پڑھے لکھے غیر مسلموں کو ہوتی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق صرف معلومات تو مشرکین کو تھیں، وہ چشم دید گواہ تھے۔ مگر ان کی یہ محض معلومات ان کے کسی کام نہ آسکیں۔ بعض تو ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی شیرینی کے تھال، پھولوں کے گجرے، ہار، قمقموں اور فانوسوں کی ضیاء پاشیاں، مبالغہ آمیز نعت خوانی اور قوالی، حسن صوت اور حسن ترنم کے بے پناہ جادو کو سمجھتے ہیں، اور عملاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع کا کوئی اثر زندگیوں میں نمودار نہیں ہوتا۔ جبکہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی محبوب طریقے سے ہونا چاہئے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ربیع الاول میں اس قدر مجالس سیرت منعقد ہونے کے باوجود معلومات میں اضافہ تو ہوتا ہے مگر دلوں میں وہ انقلاب نہیں جو زندگیوں کو بدل دے، کوئی غیر مسلم مسلمان نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی گناہ گار توبہ کرتا ہے، بعض لوگ غلو پسند لوگوں کی مخالفت میں نفسِ ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ترک کر دیتے ہیں۔

؎ کسی غمگسار کی نعمتوں کا یہ خوب میں نے صلہ دیا

(۱) ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضراتِ سیرت، اریب پبلی کیشنز نئی دہلی، ۲۰۱۰ء، ص ۵۸۵)

کہ جو میرے غم میں گھلا گیا اسے میں نے دل سے بھلا دیا

تیرے حسن خلق کی ایک رمق میری زندگی میں نہ مل سکی
میں اسی میں خوش ہوں کہ شہر کے در و بام کو تو سجا دیا

تیرے ثور و بدر کے باب سے میں ورق اُلٹ کے گزر گیا
مجھے صرف تیری حکایتوں کی روایتوں نے مزا دیا

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت کو ہر لحہ و ہر آن قولاً و عملاً زندہ رکھنے کی توفیق بخشے اور اس کتابچہ کو ہماری نسلوں میں عشق رسول ﷺ کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔

والسلام

احمد اللہ نثار قاسمی

خادم دار العلوم رشیدیہ حیدر آباد

2023/7/10ء مطابق ۲۲ / محرم الحرام / ۱۴۴۵ھ

سیرت (۱) رسول کی جامعیت

لوگوں کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے تاریخ کے اوراق پر اپنے گہرے اثرات چھوڑے ان میں سے کچھ فاتحین عالم تو کچھ حکماء، اطباء، قانون ساز، دور مصلحین ہیں، لیکن ان میں کسی کی عملی زندگی ان کے متعلقہ علم وفن کے علاوہ تمام انسانوں کی کامیابی

---

(۱) عربی زبان میں "فِعلہ" کا وزن کسی کام کا طریقہ یا کام اختیار کرنے کے انداز اور اسلوب کو بتاتا ہے مثلاً "ذِبحہ" طریقہء ذبح "قِتلہ" طریقہء قتل، سیرت کے لغوی معنیٰ ہوئے "چلنے کا طریقہ" اس معنیٰ میں توسع ہوئی تو زندگی گزارنے کے اسلوب اور انداز کے معنیٰ میں استعمال ہوا، پھر تخصیص ہوگئی کہ "سیرت" کے لفظ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے اعمال مراد ہوئے، آج دنیا کی تمام بولی جانے والی زبانوں میں سیرت کا لفظ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے سیرت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: "آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ گرامی سے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام، اہل بیت اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو چیز بھی متعلق ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے تک کی تفصیل کو سیرت کہتے ہیں" "آنچہ متعلق بہ وجود پیغمبر وصحابہ کرام وآل عظام است واز ابتدائے تولد آں جناب تا غایت وفات آں را سیرت گویند" ورنہ قدیم مفسرین، فقہاء، محدثین اور سیرت نگاروں نے جیسے علامہ ابن ہمام نے بھی "فتح القدیر" میں لکھا ہے کہ شریعت کی اصطلاح میں "سیرت" سے مراد وہ طریقہ ہے جو کفار کے ساتھ جنگ وغیرہ میں اپنایا جائے، محدثین اور سیرت نگار دونوں حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی طرف توجہ دی ہے، محدثین کا اہتمام آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات، افعال واعمال اور تقریرات پر جائز و ناجائز ہونے کے اعتبار سے برعکس سیرت نگاروں کے یہ حضرات آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی طرز عمل، شخصیت مبارکہ سے بحث کرتے ہیں، یوں کہہ لیجئے حدیث میں اصل بحث اقوال و افعال اور تقریرات سے ہوتی ہے اور ذات وشمائل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضمناً زیر بحث آتے ہیں جبکہ سیرت میں ذات وشمائل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلاً زیر بحث آتے ہیں اور اقوال و افعال پر ضمناً اور تبعاً بحث ہوتی ہے، سیرت میں درجہء صحت سے فروتر روایات بھی لی جاتی ہیں جبکہ حدیث میں اس کی گنجائش نہیں، نیز صحیح وسقیم مرویات کے مابین امتیاز کے لیے محدثین کا معیار سیرت نگاروں کے اختیار کردہ معیار سے بلند تر ہے۔ زمانے کے واقعات کی موقت جستجو کا نام تاریخ ہے جب کہ سیرت میں بطور خاص آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق واقعات سے بحث کی جاتی ہے۔ (الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ، علامہ سخاوی) سیرت کے مآخذ مستند ہوتے ہیں جبکہ تاریخ میں رطب ویابس سب رہتا ہے، سیرت میں قیاس کا دخل نہیں ہوتا جبکہ تاریخ میں مؤرخ کے قیاس کا بڑا دخل رہتا ہے۔

کے لئے نمونہ نہیں ہے ،ان میں سے ہر ایک کی خدمات مخصوص شعبہ جات تک محدود ہیں،فاتحین نے اپنی بادشاہت کے شاندار مظاہر،سپہ سالاروں نے بہادری کے بے مثال کارنامے،اطباء نے عدیم المثال خدمات،اہل فلسفہ نے دنیا کے نقشے کو تبدیل کر دینے کے منصوبے پیش کیے اور وہ بھی ناقص جو آئے دن ضرورت کے تحت بدلتے رہتے ہیں،گویا کہ عالمگیریت کا عنصر کسی کی سوانح عمری میں نظر نہیں آتا،ان میں سے کسی کی عملی زندگی تمام انسانوں کو عملاً اچھائیوں سے مکمل متعارف نہیں کرواسکی اور نہ ہی برائیوں سے اجتناب کی راہ کا تعین کرواسکی ،جبکہ خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں بعثت کے بعد سے قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے اگر کوئی کامل و مکمل لائق عمل وقابل تقلید زندگی ہے تو وہ صرف اور صرف سید الاولین والآخرین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی نبی و رسول کی زندگی اس طرح مضبوط طریقہ پر محفوظ نہیں ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت محفوظ ہے،موسیٰ علیہ السلام کی سیرت صحیح طور پر موجود نہیں ہے، پتہ لگانے کے لیے موجودہ تورات کا سہارا کافی نہیں ہے،علمائے یہود نے اس میں ترمیم کر دی ہے،عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت کا حال بھی یہی ہے،جس مجموعے کو انجیل کہا جاتا ہے اس کے لکھنے والوں کے بارے میں بہت اختلاف ہے کہ وہ کون لوگ تھے اور کس زمانے کی پیداوار تھے؟مختلف مذاہب کے انبیاء اور رسولوں کی سیرتوں کا حال ہے،اگر کسی نبی کی زندگی محفوظ ہے بھی تو اس کی اب چنداں ضرورت بھی نہیں، دوسرے نظریات کے بانی اور فلسفیوں کی سیرتوں کا حال تو بس کاہنوں کی من گھڑت کہانیاں اور قصے ہیں جو نسل در نسل منتقل ہو رہے ہیں جنہیں عصبیت سے آزاد عقل کبھی صحیح نہیں مان سکتی۔

☆ اگر آپ بادشاہ اور سربراہِ مملکت ہیں تو شاہِ عرب اور فرماں روائے عالم کی زندگی آپ کے لیے نمونہ ہے۔

☆ اگر آپ فقیر و محتاج ہیں تو کملی والے کی زندگی آپ کے لیے اُسوہ ہے،جنہوں نے کبھی دقل (ردّی قسم کی کھجوریں) بھی پیٹ بھر کر نہ کھائیں۔ اور جن کے چولہے میں بسا

اوقات دو دو ماہ تک آگ نہیں جلائی جاتی تھی۔

☆ اگر آپ سپہ سالار اور فاتح ملک ہیں تو بدر و حنین کے سپہ سالار اور فاتح مکہ کی زندگی آپ کے لیے ایک بہترین سبق ہے جس نے عفو و کرم کے دریا بہا دیئے تھے۔ اور ''لاَتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ'' کا اعلان فرما کر تمام مجرموں کو آنِ واحد میں معافی کا پروانہ دے کر بخش دیا تھا۔

☆ اگر آپ قیدی ہیں تو شعب ابی طالب کے زندانی کی حیات آپ کے لیے درسِ عبرت ہے۔ اگر آپ تارکِ دنیا ہیں تو غارِ حراء کے گوشہ نشین کی خلوت آپ کے لیے قابلِ تقلید عمل ہے۔

☆ اگر آپ چرواہے ہیں تو مقام ''اجیاد'' میں آپ ﷺ کو چند قراریط (ٹکوں) پر اہلِ مکہ کی بکریاں چراتے دیکھ کر تسکین قلب حاصل کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ معمار ہیں تو مسجد نبوی کے معمار کو دیکھ کر ان کی اقتداء کر کے خوشی محسوس کر سکتے ہیں۔ اگر آپ مزدور ہیں تو خندق کے موقع پر اُس بزرگ ہستی کو پھاوڑا لے کر مزدوروں کی صف میں دیکھ کر اور مسجد نبوی کے لیے بھاری بھرکم وزنی پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے ہوئے دیکھ کر قلبی راحت حاصل کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ مجرّد ہیں تو اس پچیس سالہ نوجوان کی پاکدامنی اور عفت مآب زندگی کی پیروی کر کے سرورِ قلب حاصل کر سکتے ہیں جس کو کبھی کسی بدترین دشمن نے بھی داغدار نہیں کیا اور نہ کبھی اس کی جرأت کی ہے۔

☆ اگر آپ عیال دار ہیں تو آپ متعدد ازواجِ مطہرات کے شوہر کو ''اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ'' فرماتے ہوئے سن کر جذبۂ اتباع پیدا کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ یتیم ہیں تو حضرت آمنہ کے لعل کو یتیمانہ زندگی بسر کرتے دیکھ کر آپ کی پیروی کر سکتے ہیں۔

اگر آپ ماں باپ کے اکیلے بیٹے ہیں اور بہنوں اور بھائیوں کے تعاون و تناصر سے

محروم ہیں تو حضرت عبداللہ کے اکلوتے بیٹے کو دیکھ کر اشک شوئی کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ باپ ہیں تو حضرت زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ، قاسمؓ اور ابراہیمؓ (وغیرہ) کے شفیق و مہربان باپ کو ملاحظہ کر کے پدرانہ شفقت پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ عابد شب خیز ہیں تو اُسوۂ حسنہ کے مالک کے متورّم قدموں کو دیکھ کر اور ''اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا'' فرماتے ہوئے آپ کی اطاعت کو ذریعہ تقرّبِ خداوندی اختیار کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ مسافر ہیں تو خیبر و تبوک وغیرہ کے مسافر کے حالات پڑھ کر طمانیت قلب کا وافر سامان مہیا کر سکتے ہیں۔

☆ اگر آپ امام اور قاضی ہیں تو مسجد نبوی کے بلند رتبہ امام اور فصلِ خصومات کے بے باک اور منصف مدنی جج کو بلا امتیازِ قریب و بعید اور بغیر تفریق قوی و ضعیف فیصلہ صادر فرماتے ہوئے مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اور اگر آپ قوم کے خطیب ہیں تو خطیب اعظم کو منبر پر جلوہ افروز ہو کر بلیغ اور مؤثر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اور غافل قوم کو ''اِنِّی اَنَا نَذِیْرُ الْعُرْیَانِ'' فرما کر بیدار کرتے ہوئے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ الغرض زندگی کا کوئی قابل قدر اور توجہ کے قابل پہلو اور گوشہ ایسا باقی نہیں رہ جاتا جس میں سرورِ کائنات ﷺ کی معصوم اور قابل اقتداء زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ، عمدہ ترین اُسوہ اور اعلیٰ ترین معیار نہ بنتی ہو۔

پس اُس وجودِ قدسی پر لاکھوں بلکہ کروڑوں درُود و سلام، جس کے وجود مسعود میں ہماری زندگی کے تمام پہلو سمٹ کر آجاتے ہیں اور ہماری رُوح کا ایک ایک گوشہ عقیدت و اخلاص کے جوش سے معمور ہو جاتا ہے جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کے لعل و گوہر کا جو پائدار خزانہ تمام ارض و سما اور بحر و بر چھان ڈالنے کے بعد بھی کسی قیمت پر جمع نہیں ہو سکتا تھا وہ انمول خزانہ اُمت مرحومہ کو اپنے پیارے نبی کے اُسوۂ حسنہ، اپنے برگزیدہ رسول کی سنت صحیحہ اور اپنے مقبول رسول کے معدنِ حدیث کی ایک ہی کان اور معدن سے فراہم ہو گیا ہے۔ اور قرآن کریم کے بعد ہماری تمام بیماریوں کا مداوا حدیث پاک میں علیٰ وجہ الاتم

موجود ہے۔(۱)

ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت قاری طیب صاحبؒ کے قلم سے

حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ سیرت کی جامعیت اور عالمگیریت کو بڑے عمدہ انداز میں بیان فرماتے ہیں ”پس اس جامع سیرت میں جہاں گلیم پوشی ہے، وہیں عالمی حکمرانی بھی ہے، جہاں شاہی ہے وہیں درویشی بھی ہے، جہاں ”أنا النبي لا كذب“ کا نعرہ جلال ہے وہیں ”لا تقولوا أنا خير من يونس بن متى“ کا نعرہ جمال بھی ہے، وہاں جس طرح ایک ہاتھ میں خدا کی روشن کتاب ہے وہیں درسرے ہاتھ میں اعلاء کلمۃ اللہ کی چمکتی ہوئی تلوار بھی ہے، وہاں جس طرح بغض فی اللہ کے تحت اللہ اکبر کا رجز ہے وہیں حب فی اللہ کے تحت مکہ مکرمہ کو ”أنت أحب البلاد إلى الله“ کا خطاب بھی ہے، وہاں جس طرح خانگی زندگی میں ”كلّميني يا حميرا كلّمي“ کے محبت آمیز مخاطبات ہیں، وہیں بین الاقوامی زندگی میں سلاطین عالم کو فرامین نبوت کے ذریعہ خطاب بھی کیا جا رہا ہے، غرض ”أنا الضحوك أنا القتال“ کے نعرے بیک وقت جمع ہیں اور شدت و رحمت ساتھ ساتھ چل رہی ہیں اِللہ کی طرف سے اپنے نبی کو یہ بھی حکم ہے ”فبما رحمة من الله لنت لهم“ اور یہ بھی امر ہے کہ ”جاهد الكفار و المنافقين واغلظ عليهم“ نہ شدت میں رحمت مانع ہے نہ رحمت میں شدت، نہ جہاد میں مجاہدہ نفس خارج ہے نہ مجاہدہ میں جہاد، قاہرانہ اور مشفقانہ دونوں شانیں جمع ہیں یہ بھی ارشاد ہے کہ ”أنا سيد ولد آدم“ اور سچا ارشاد ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ ”أللهم أحيني مسكينا و أمتني مسكينا“ اور بجا ارشاد ہے، جلو میں عبد الرحمن بن عوفؓ، جابر بن عبد اللہؓ، عثمان بن عفانؓ جیسے اغنیاء صحابہ بھی اور ابو ذر غفاریؓ، مقدادؓ، عمار بن یاسرؓ اور ابو ہریرہؓ جیسے فقراء صحابہ بھی ہیں حضرت عمرؓ اور خالدؓ جیسے تلوار کے دھنی اور شجاعان عرب بھی قدموں سے لگے ہوئے ہیں اور زید بن ثابتؓ، حسان بن ثابتؓ جیسے قلم کے دھنی

---

(۱) اُسوۂ حسنہ کی جامعیت، از : مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

بھی وابستہ دامن ہیں اور سب کے ساتھ صدیق اکبرؓ جیسے جامع صفات صحابی بھی، جو ایک امت واحدہ ہیں، تابعِ فرمان ہیں اور ان سب پر رحمت نبوت کی کرنیں یکسانی کے ساتھ پڑ رہی ہیں لیکن نہ اغنیاء کو فقیر ہو جانے کی ہدایت ہے نہ فقراء کو اغنیاء بن جانے کا امر ہے، نہ ارباب سیف کو قلم سنبھالنے کی ہدایت ہے، اور نہ ارباب قلم کو تلوار پر مجبور کیا جا رہا ہے بلکہ سب طبقے اپنے اپنے حال میں مست رہ کر انہی متفاوت احوال سے بارگاہ حق میں واصل ہو رہے ہیں، اسی جامع سیرت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو تربیت دی اور یہی جامعیت و اعتدال امت سے ہمہ وقت مطلوب بھی ہے جو اس سیرت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، اس سیرت سے اس وقت کی مضطرب دنیا کو امن وچین ملا تھا، اسی سیرت سے آج کی دنیا کو بھی راہ دکھانے کا راستہ مطلوب ہے“(۱)

سیرتِ رسول جاننے کی اہمیت

علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ سیرت کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے فرض ہے، سعادتِ دارین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی رہنمائی اور ہدایت پر مبنی ہے، جو سعادت کا طالب ہو، نجات کا خواہش مند ہو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے آگاہی کا پابند ہے۔

تہذیبی نقطہء نظر سے اسلامی تہذیب سابقہ تمام تہذیبوں کی روح اور خلاصہ ہے، گویا اسلامی تہذیب سابقہ اور لاحقہ تہذیبوں کا نقطہء اتصال ہے، جسے غیر مسلم مؤرخین نے بھی تسلیم کیا ہے، تمام تہذیبوں کے حقائق کی معرفت کے لیے اسلامی تہذیب سے بھرپور واقفیت ضروری ہے، اسلامی تہذیب سے واقفیت سیرت کی جانکاری کے بغیر ممکن نہیں، نیز اسلامی تہذیب کی وجہ سے انسانی سطح پر زبردست علمی، تحقیقی اور فکری انقلاب برپا ہوا جس کے ذریعہ علوم وفنون کی تحقیق اور اس میدان میں ایک نئے عالمی دور کا آغاز ہوا، یہ سب سیرت کے علم کی وجہ سے ہے۔

---

(۱) آن لائن اسلام

۞ بین الاقوامی نقطہءِ نظر سے جو عالمی مسائل پوری دنیا کو درپیش ہیں ان کا صحیح حل مسلم قوم کو شامل کیے بغیر تلاش کرنا فضول ہے، مسلمانوں کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے، اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، مسلمانوں کا مزاج اور ان کی تہذیب جاننا بے حد ضروری ہے جو پوری اسلامی تہذیب اور سیرت کے بغیر ممکن نہیں۔

۞ سیرت محض ایک شخصیت کی سوانح عمری نہیں بلکہ یہ ایک تہذیب، ایک قوم و ملت اور ایک الٰہی پیغام کے آغاز اور ترقی کی انتہاء ہے، دورِ جدید میں بلاتفریق مسلم و غیر مسلم ہر شخص پر سنجیدگی سے سیرت کا علم ضروری ہے۔

۞ موجودہ دور عالمگیریت کا دور ہے، پوری دنیا ایک عالمگیر نظام کی ضرورت محسوس کررہی ہے، خودساختہ نظام یکے بعد دیگرے ناکام ہورہے ہیں متبادل نظام کی ضرورت اگر کوئی مذہب پوری کرسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے، عالمگیر نظام کا نمونہ اسلام نے سب سے پہلے پیش کردیا، اس کے لیے اگر کسی شخصیت کی زندگی صحیح رہنمائی کرسکتی ہے تو وہ صرف آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہے۔

۞ آج انسانیت ایک بار پھر دورِ جاہلیت کی طرف لوٹ رہی ہے، جسے جاہلیتِ جدیدہ کہا جاسکتا ہے، اب جاہلی اطوار نیا لبادہ اوڑھ کر سامنے آرہے ہیں، دورِ جاہلیت کا وہ کونسا بگاڑ ہے جس کی ترقی یافتہ شکل موجودہ معاشرہ میں نہ پائی جاتی ہو، آج پھر انسانیت مسائل کے دلدل میں پھنس چکی ہے۔ اور جیسے جاہلیتِ قدیمہ میں سیرت کی ضرورت تھی ویسے ہی جاہلیتِ جدیدہ میں بھی سیرت سے ہی رہبری ملے گی۔

۞ اسلام ہر دور میں تیز رفتار مذہب رہا ہے، جن ادوار میں مسلمانوں کو سیاسی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا مادیت و عسکریت سے بہ ظاہر شکست ہوئی ان ادوار میں بھی بطور خاص اسلام اور تیزی کے ساتھ پھیلا، نائن الیون (۹/۱۱) کا واقعہ اس کی تازہ ترین مثال ہے، امریکہ اور یورپ میں قبول اسلام کی رفتار اس سے پہلے نہیں رہی، اس سانحہ کے بعد اسلامی لٹریچر کی طباعت و اشاعت کئی گنا بڑھ گئی، اس راز و قوت اور اسپرٹ (sprite) کو جاننے

کے لیے سیرت کا علم انتہائی ضروری ہے۔

۞ دورِ جدید میں مستشرقین کی طرف سے سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تاریخ اسلام سے متعلق غلط قسم کے نظریات اور بے بنیاد الزامات و اعتراضات کی حقیقت جاننے کے لیے سیرت کا مطالعہ گہرا اور وسیع ہونا بہت ضروری ہے۔(۱)

ہر زمانہ میں ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے

اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت میں تمام انبیاء کرام کے اوصاف جمع کر دئے؛ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وقت واحد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حکومت، حضرت ہارون علیہ السلام کی امامت، حضرت نوح علیہ السلام کی محنت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی للہیت، حضرت سلیمان علیہ السلام کی سطوت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خاکساری، حضرت یعقوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یوسف علیہ السلام کا عفو، حضرت یحییٰ علیہ السلام کا زہد، اسماعیل علیہ السلام کی سبک روی کامل درجہ میں پائی جاتی ہے۔

اے کہ بر تختِ سیادت زازل جا داری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری دنیا کے لیے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا، اپنا آخری کلام قرآن پاک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا یعنی کتاب اللہ بھی ابدی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ابدی، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم بھی ابدی اور دائمی یعنی ان کو تا قیامت باقی رہنا تھا۔ اسی کو فرمایا

”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّـهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّـهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ“ (۲)

اگر موجودہ زمانے میں سابقہ انبیاء کرام میں سے کوئی موزوں ہوتے تو ان سب میں

---

(۱) موجودہ دور میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام، مولانا سید احمد ومیض ندوی صاحب

(۲) سورۃ الاحزاب آیت نمبر: ۲۱

زیادہ موزوں آپ ﷺ ہی ہوتے، چونکہ آپ ﷺ میں اپنے ذاتی کمالات کے علاوہ ہر نبی کا کمال پایا جاتا ہے۔اور جوں جوں زمانہ ترقی کرتا چلا جائے گا اسی حد تک انسانی زندگی کی استواری کے لئے اس سیرت کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی چلی جائے گی۔

چنانچہ آپ ﷺ کے فیض صحبت نے اندھوں کو بینا، بیماروں کو تندرست اور مردوں کو زندہ کر دیا، کل تک جو رہزن تھے وہ آج اچھے رہرو ہی نہیں، بلکہ بہترین رہبر بھی ہو گئے، کل تک جن کی زندگی فسق و فجور کی نذر تھی، آج وہ اتنے بلند و مقدس مرتبہ پر پہنچ گئے کہ صداقت و پاکیزگی کو ان کے انتساب سے شرف حاصل کرتی ہے، کل تک جو مردہ تھے، وہ آج زندہ ہی نہیں بلکہ دوسروں کو زندہ کر دینے والے بن گئے۔ایسے آفتاب کا طلوع جو ہر ذرّہ کو آفتاب بنا دے، ایسے مسیح کا نزول جو مردہ کو مسیح بنا دے.. دنیا کی تاریخ میں ایسی نظیر بجز سرور عالم ﷺ کے صحابیوں، بجز محمد ﷺ کے غلاموں کے اور کہیں نہیں مل سکتی ہے؟

مذہبی لحاظ سے ذکرِ حبیب ﷺ کی ضرورت

ملک ہندوستان مختلف تہذیب و تمدن کا سنگم ہے، جہاں بے شمار مذہب کے ماننے والے ایک ساتھ بستے ہیں، اور ہر ایک مذہب کے متبعین اپنے اپنے رسم و رواج کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں، سب کی اپنی اپنی مخصوص عبادت گاہیں ہیں۔مسلمان بھی اپنے دینی امور کی انجام دہی میں الحمدللہ آزاد ہیں، شرائع اسلام پر عمل کرنے میں بلا کسی قید و بند کے خود مختار ہیں، مسجد کے مناروں سے اذانوں کی گونج بھی سنائی دیتی ہے اور پنجگانہ نمازوں کا باجماعت قیام بھی ہوتا ہے، مکمل دینی رنگ وڈھنگ میں مدارس اور دینی مراکز بھی ہیں، جگہ جگہ مسجدوں کی آبادکاری بھی ہوتی ہے جس سے کھلی دینی فضا کا ایک خوشگوار احساس ہوتا ہے، اسلامی حمیت دل میں پیدا ہوتی ہے اور اس کے امت مسلمہ ہند پر بہترین اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔

مگر افسوس! مسلمانانِ ہند ان ساری سہولتوں کے باوجود طرح طرح کی کشمکش کا شکار ہیں

کہیں فرقہ بندی ہے تو کہیں ذات پات کا جھگڑا ہے، کوئی مغرب کا پرستار ہے تو کوئی خدا بیزار، کوئی زہد کو مکمل ایمان گردانتا ہے، تو کوئی آزادی ضمیر اور حریت فکر کو دینی لبادہ پہنائے ہوئے ہے، کہیں سیاست کے نام پر مذہب کا سودا ہے تو کہیں رسم ورواج کو مذہب کے چولے میں پرو دیا گیا ہے، غرضیکہ ہر ایک فرقہ جماعت یا فرد اپنے کو دین حق کا پرستار اور سیرت مقدسہ کا پیروکار سمجھتا ہے۔

وكل يدعي وصلا بليلى   وليلى لا تقر لهم بذاك

ہر ایک لیلی سے تعلق کا داعی ہے مگر لیلی ان سے تعلق کا اقرار نہیں کر رہی ہے۔
ایسے موقع پر صحیح مذہب ومسلک کی رہبری آپ ﷺ کی سیرت سے ہی لی جا سکتی ہے۔

مولانا عبداللہ صاحب ك ٹول ☒ لکھتے ہیں" ملک ہندوستان ایک کثیر المذاہب ملک ہے؛ جہاں تہذیبیں باہم متصادم بھی ہیں اور مخلوط بھی اور اس اشتراک باہمی کے نتیجے میں دین اسلام کے پیروکار مختلف رنگوں میں نظر آتے ہیں، ایک طبقہ : دین بیزار جو صرف نام کا مسلمان ہے۔ دوسرا طبقہ : جو بیچ کی راہ اختیار کئے ہوئے ہے نہ مکمل دین پر نہ بالکل منحرف بلکہ اپنے دین کو لیکر احساس کمتری اور تردد کا شکار ہے۔ تیسرا طبقہ : جو مکمل اسلامی رنگ وڈھنگ میں رہتا ہے اور ہر عمل کو اسلامی نقطہ نگاہ سے پرکھتا ہے پھر قبول کرتا ہے۔

تہذیبی اختلاف اور اس کے منفی ومثبت اثرات کے تعلق سے ریسرچ اسکالر ڈاکٹر سیدہ ربیعہ کی تحریر پڑھنے کے لائق ہے وہ لکھتی ہیں" کثیر المذاہب سماج میں رہائش پذیر افراد جب تہذیبی وثقافتی اور دینی مسائل کا سامنا کرتے ہیں تو ان کے رویے تین طرح کے ہوتے ہیں:

ا۔ یا تو کلی طور پر اپنی تہذیب وثقافت اور دین کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔

۲۔ جو اس قدر بڑا قدم نہ اٹھاسکیں وہ غیروں سے متاثر ہو کر اور ان کے اعتراضات کا حصہ بن کر اندر ہی اندر کڑھنے لگتے ہیں اور احساس کمتری کا ش☒ ار ہو جاتے ہیں۔

۳۔وہ اس قدر پختہ اوروسیع الذہن ہوتے ہیں کہ اپنی تہذیب وثقافت اورمذہبی اقدار پر عامل رہنے کے ساتھ ساتھ دوسرے معاشرے کی اچھی اور مثبت اقدار کو بھی اپنا لیتے ہیں اور بری اقدار سے اپنے آپ کو محفوظ بھی کر لیتے ہیں۔"

مسلم اقلیتی مما لک میں ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت

آج ملک ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہیں کوئی بھی مسلم اقلیت چاہے جہاں بھی رہائش پذیر ہو اس کے لیے اسوہ حسنہ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات ہی راہنما ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں خود ایک اقلیت کے مذہبی راہنما کی حیثیت سے رہنا پڑا اس لیے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلم اقلیتوں کے لیے ایک بلیغ نمونہ موجود ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنی تعلیمات والٰہی ارشادات کے پس منظر میں تیرہ برسوں تک مکی مسلم اقلیت کی تعمیر وارتقاء کا ایک نقشہ تیار کیا۔

سیرت مقدسہ کا ہر پہلو مسلمانوں کے لئے آئینہ اور نمونہ ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکی دور مسلم اقلیتوں اور بالخصوص امت مسلمہ ہند کے لئے بہت اہم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ایسے معاشرے میں ہوئی تھی جو ملک ہندوستان ہی کی طرح کفر وشرک کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا، جہاں ظلم کا ننگا ناچ تھا، شراب عام تھی، جوے اور سٹہ بازی کا رواج تھا، انسانیت مر چکی تھی، اخلاق کا جنازہ نکل چکا تھا، معمولی معمولی باتوں پر سالہا سال جنگ چھڑی رہتی، اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا ہوتی تھی، ایسے متعفن ماحول میں آپ تشریف لاتے ہیں اور توحید کی شمع جلاتے ہیں جس کی ابتدا تین سال تک خفیہ تبلیغ سے ہوتی ہے۔

ایک مشن تھا جسے پورا کرنا تھا، ایک پیغام تھا جسے پورے عالم کے چپہ چپہ تک پہونچانا تھا، وہ پیغام کوئی عام پیغام نہیں تھا بلکہ خدائے واحد کی جانب سے سرمدی پیغام تھا، وہ کلمہ طیبہ "لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" کی لازوال دعوت تھی جس کے لئے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر قسم کی

تکلیفیں برداشت کیں، ساری پیش کش کو ٹھکرایا کبھی اپنے چچا ابو طالب سے یوں گویا ہوئے "خدا کی قسم! وہ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں خدا کا حکم اس کی مخلوق کو نہ پہنچاؤں، میں ہرگز اس کے لئے آمادہ نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ خدا کا سچا دین لوگوں میں پھیل جائے یا کم از کم میں اس جدوجہد میں اپنی جان دے دوں،،

جتنی جتنی ستمِ یار سے کھاتا ہے شکست دل جواں اور جواں اور جواں ہوتا ہے

آپ ﷺ نے مکہ میں رہتے ہوئے سلسلۂ عوت کو آگے بڑھاتے ہوئے اصحاب کی ٹولیاں بنائیں جو مشن دعوت کو خفیہ طور پر بڑھاتے رہے چراغ سے چراغ جلتا رہا اور مسلمانوں کے تعداد بڑھتی رہی، کبھی آپ گھر گھر اس پیغام کو سناتے تو کبھی بنفس نفیس میلوں میں شرکت کر کے خدا کے کلام کو سناتے اور دعوت دیتے، جب موسم حج کا وقت آتا تو آپ ﷺ بیرون مکہ سے آئے ہوئے لوگوں کے خیموں میں جا کر دین کی تبلیغ کرتے، طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا اسلام اسی محنت کا نتیجہ تھا بیعت عقبہ اولی بیعت عقبہ ثانیہ بھی اسی جگہ انجام پائی۔

آپ ﷺ ان لوگوں کی جو مسلمان ہو چکے تھے ان کی تعلیم وتربیت کا گھروں میں بندوبست کرتے کبھی خفیہ تعلیمی مراکز قائم کرتے جن میں سرفہرست مرکز علم دار ارقم کو شمار کیا جاتا ہے، یہیں آکر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے۔(۱)

آپ ﷺ کو اپنے نصب العین کا اتنا واضح تصور تھا کہ صحابہ کرام کی تکلیفیں سن کر انہیں تسلی دیتے اور فرماتے: اللہ کی قسم! اللہ اس کام کو ضرور مکمل کرے گا حتی کہ ایک سوار "ضعاء" سے "حضر موت" تک سفر کرے گا۔اور اسے اللہ کے سوا کسی اور کا ڈر نہ ہوگا"۔

بے سرو سامانی کے عالم میں سفر ہجرت کے درمیان پکڑنے اور گرفتار کرنے کی خواہش رکھنے والے سراقہ کو فرمایا: "سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے"۔

---

(۱) بحوالہ: آن لائن اسلام

غزوہ خندق کھودنے کے دوران آپ ﷺ نے کسریٰ کے محلات فتح ہونے اور ایک صحابی کو کسریٰ کے کنگن پہننے کی خوشخبری سنائی، اس قسم کی پیشین گوئیاں روایات میں موجود ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو یقین تھا کہ میری جدو جہد کے بعد اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ وقت ضرور آئے گا جب پورا انسانی معاشرہ خوف الٰہی فکر آخرت، خدا ترسی اور تقویٰ کی بنیادوں پر از سر نو تعمیر ہوگا اور فتنہ وفساد کا خاتمہ ہو جائے گا۔

آج کے ہر ہندوستانی کو اپنے ایمان وعمل کی روشنی میں موجودہ حالات کی ظلمتوں سے ایک نور کی امید لگی رہنی چاہیئے۔ظلم خواہ کتنا ہی بڑھ جائے مگر مایوس نہ ہونا چاہیئے،مظلوم ہونا الگ ہے،مجبور ہونا الگ ہے،مسلمان مظلوم ہوسکتا ہے مگر مجبور نہیں۔

سیاسی لحاظ سے ذکرِ حبیب ﷺ کی ضرورت

آپ ﷺ کا مکی دور مسلم اقلیتوں کے سیاسی مسائل میں بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے، سیرت مطہرہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ مکہ میں سیاسی امور سے بالکل الگ نہیں تھے، صحابہ کرامؓ اسلام لانے کے باوجود اپنے اپنے عہدہ ومنصب پر قائم تھے، اور مشرکین مکہ نے انہیں اپنے عہدوں سے ہٹایا نہیں تھا اور نہ صحابہ کرامؓ خود سبکدوش ہوئے، آپ ﷺ نے حلف الفضول میں شرکت کی، اس سے مسلم اقلیت کا ملک کے سیاسی امور میں مشارکت کا جواز ملتا ہے۔

ہندوستان کی مسلم اقلیتوں کے سامنے اس وقت سب سے اہم سیاسی مسئلہ انکی شناخت کا تحفظ ہے،موجودہ ظالم حکومت کے ارادے انہیں سیاست سے بے دخل کر دینے کے ہیں، ہر دن نئے نئے قانون کے ذریعے ان پر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے،کبھی این۔آر۔سی۔ کا مسئلہ ہے تو کبھی سی۔اے۔اے۔کبھی ’’طلاق ثلاثہ‘‘ کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے،تو گھر واپسی کی مذموم کوشش ہوتی ہے۔اس کا قرآنی حل تو یہ ہے کہ مسلمان ایمان کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں ان شاء اللہ ظالم کیفر کردار کو پہونچ جائیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی اور مدنی زندگی میں مختلف خاندانوں کے درمیان مواخات اور انصار و مہاجرین کے مابین رشتہ اخوت پر غور کیا جائے، مدینہ میں بنو نظیر، بنو قریظہ اور دیگر غیر مسلم قبائل سے حلیفانہ معاہدات کا جائزہ لیا جائے، جس کے ذریعے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی ریاست کو انتہائی بصیرت مندی سے محفوظ کر دیا، نیز صلح حدیبیہ کی روشنی میں قومی تحفظ اور مذہبی سالمیت کی منصوبہ بندی قائم کی جائے جس کے دور رس نتائج کے ذریعے اسلام صرف تین سالوں میں پورے جزیرہ نمائے عرب کے گوشوں میں پھیل گیا۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

سماجی لحاظ سے ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت

ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک صالح معاشرہ کس طرح وجود میں آئے؟ اور کس طرح مسلم اقلیت غیر مسلم اکثریت کے ساتھ اپنے سماجی روابط رکھے؟ کن بنیادوں پر باہمی تعلقات قائم ہوں؟ غیروں کی رسوم و رواج کے تئیں ہمارا برتاؤ کیا ہو؟ ان سارے سوالوں کا بہت واضح جواب ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے ملتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ایک صالح معاشرہ کی بنیاد ڈالی، اور ہر لحاظ سے ایک کامیاب معاشرتی زندگی گذاری، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشرتی پہلو کو قرآن کے آئینہ میں اس قدر مزین کر دیا تھا کہ آج بھی دنیا اس کی نظیر سے قاصر ہے، اس صالح معاشرہ پر انسانیت کو فخر و ناز ہے، تمام جاہلانہ باطلانہ رسوم کو کتنی نفاست اور خوبصورتی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل ڈالا، کل تک جن کی زندگیاں کبر و غرور تکبر و نخوت میں آلودہ تھیں آج وہی ”عباد الرحمن“ بن گئے، لوگوں سے بات بات پڑ بلا وجہ الجھنا تو الگ رہا صدیوں کی اس عادت اور پشتہا پشت کی اس خصلت کو چھوڑ کر اب اس قدر خاکسار و مسکین ہو گئے ہیں کہ ہاتھ پیر کی زیادتیوں اور بات چیت کی سختیوں کا ذکر نہیں، ان کی رفتار تک ان کی فروتنی و حلم پر گواہی دے رہی ہے؟ اور از خود تو اب کسی سے کیا چھیڑ چھاڑ کریں گے۔ جب دوسرے اپنی نادانی و سفاہت سے

اپنی شرارت وخباثت سے انھیں چھیڑتے ہیں، انکی دل آزاری کے لئے ان پر اعتراضات کرتے ہیں، تو اس کے معاوضہ میں بھی ان کی جبین تحمل پر شکن نہیں پڑتی، بلکہ حلم وآشتی صلح ونرمی کے لہجہ میں ان سے اپنی سلامتی چاہتے، یا ان کے حق میں سلامتی کی دعا کرتے گذر جاتے ہیں! ان کی پوری راتیں نماز وعبادت کی، دعا وقرآن خوانی کی اور تہجد کے سجود وقیام نذر ہونے لگی ہیں، اب وہ عذاب الٰہی سے خائف اور جہنم سے ڈرنے لگے ہیں، بلاتحاشہ نہ مال کو فضول بہاتے ہیں اور نہ ہی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کتراتے ہیں، اب صرف ایک اللہ کی پرستش انکی عبادت کا مرکز ہے قتل وقتال سے اجتناب زنا سے دوری ہوگئی، اب تک ان کی زندگیاں جھوٹ مکر وفریب لہولعب فسق فجور میں گذر رہی تھیں آج وہی جھوٹی شہادت اور لغو باتوں سے دور بہت دور ہو گئے۔ الغرض قبل بعثت عرب کے دینی، اخلاقی، سماجی احوال میں ہونے والی تبدیلیوں کا جائزہ لیجئے، ایسا لگے گا کایہ پلٹ گئ، دل بدل گئے مردہ سماج زندہ ہوگیا۔ (آن لائن اسلام، ازقلم : مولانا عبداللہ صاحب ٹول ✕ اعظم گڑھ وپ ✕ انڈیا)

اغیار سے تعلقات کے لحاظ سے ذکرِ حبیب ﷺ کی ضرورت

غیروں کے ساتھ حسن سلوک آپ ﷺ کا طرہ امتیاز ہے، آپ ﷺ کو مشرکین عرب امین وصادق کہتے چلے آرہے تھے، آپ ﷺ کے پاس امانتیں رکھتے، اپنے جھگڑوں میں حکم بناتے، آپ ﷺ نے بعثت کے بعد اپنے غیر مسلم رشتہ داروں ور دوسرے ہم وطنوں سے تمام سماجی تعلقات کو برقرار رکھا، ان سے تجارتی تعلقات باقی رکھا، انکے یہاں آنا جانا، آپسی میل ملاپ کسی کو کم نہیں کیا، بعض غیر مسلم گھرانوں کو اپنے یہاں کھانے کی دعوت دی، طائف کے سفر میں غیر مسلم کے یہاں قیام کیا، کھانا کھایا، غیر مسلم کی پناہ لی، یہود سے قرض لیا آپ ﷺ نے عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں کی سفارش کریں اوران کی حفاظت کے لئے حکمران کو آمادہ کریں۔

بعثت کے بعد مکہ مکرمہ آنے والے لوگوں سے بھی آپ ﷺ کے مذہبی شخصی

انفرادی اور اجتماعی تعلقات قائم تھے، اسی تعلق کی بنیاد پر آپ کی نبوت کا چرچا مکہ سے باہر بھی ہونے لگا تھا، شاہ حبشہ نجاشی سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انفرادی تعلقات تھے اور اسی تعلق کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو وہاں ہجرت کا حکم دیا تھا، گرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذہبی امور میں غیروں سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا بلکہ عملاً ان کی مخالفت کا حکم دیا مگر ان کے دین میں کوئی رخنہ نہیں ڈالا، اور نہ ان پر اسلام قبول کرنے کے لئے کوئی جبر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نرم معاشرتی رویے اور اخلاق کریمانہ سے ان کے دل جیتے، ایک مرتبہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ایک یہودی کا جنازہ گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔ صحابۂ کرام نے سوال کیا : یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تو یہودی غیر مسلم کا جنازہ ہے، اس کے احترام کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا ”اِنَّ فِیہِ لَنَفْسًا“ آخر وہ بھی تو انسان تھا۔ (۱)

سیکڑوں مثالیں ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری برقرار رکھی اور تعلقات کبھی منقطع نہیں کیے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ ہمیشہ اچھا برتاؤ رکھنا چاہیے، ممکن ہے وہ مسلمانوں کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام کے قریب ہو جائیں، شکوک وشبہات سے دل پاک ہو جائے؛ اس لیے کہ آپسی ملاقات سے بہت سی غلط فہمیاں خود بخود دور ہو جاتی ہیں۔ اسلام کے پھیلنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ اخلاق کا بڑا دخل ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ نہ کرتے تو بیچ میں نفرت کی دیوار حائل ہو جاتی اور اسلام کی تعلیمات انھیں سمجھنے کا موقع نہ ملتا۔

معاشرتی لحاظ سے ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت

گھریلو معاشرتی زندگی کو دیکھئے خود سارا کام اپنے ہاتھوں سے ہو رہا ہے، جوتے کا تسمہ کپڑے کا پیوند گھر کی صفائی خود کے ہی کر لیتے، روٹی بنانے میں ساتھ دیتے ہیں، گھر کے اخراجات میں کمی نہیں فرماتے، مزاج شناسی سے ازواج کے ضروریات وخواہشات کی

(۱) مشکوٰۃ: ۱۴۷

رعایت فرماتے ہیں، گھر کو محبت سے آباد رکھتے۔بچوں پر شفقت ومحبت کے پھول نچھاور کرتے، بیویوں کی دلجوئی کرتے، دوستوں کی عزت اور ان کا پاس ولحاظ کرتے۔

آپ ﷺ کے ہمسائے میں یہودی رہتے تھے اگر ان کے یہاں کوئی بچہ بھی بیمار ہوجاتا؛ تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر جاتے، بنی عریض نامی ایک یہودی قبیلہ مدینہ میں رہتا تھا اس کی کسی بات سے خوش ہوکر آپ ﷺ نے اس کے لئے کچھ سالانہ معاش مقرر فرمائی۔آپ ﷺ نے اپنی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ جب مکہ آئیں تو ان کا استقبال کیا اور ماں میری ماں کہہ کر لپٹ گئے، آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیماء حنین میں قیدی ہوکر آئیں آپ ﷺ ان کو دیکھ کر رو پڑے اور ان کا اعزاز واکرام کیا۔(۱)

معاشی لحاظ سے ذکرِ حبیب ﷺ کا سبق

نبوت ملنے سے قبل آپ بہت کامیاب تاجر تھے آپ نے اپنا پورا سرمایہ اپنے مشن پر لگا دیا۔جب کامیابی کا دور آیا تب بھی آپ نے فقر وفاقہ اور سادگی ہی سے گزر بسر کی ازواج مطہرات نے کچھ مزید کا مطالبہ کیا مگر رد کر دیا گیا۔آپ نے گھر میں کوئی اندوختہ نہ رکھا۔کوئی دربان اور خادم نہ تھے۔سواری نہ تھی نہ گھر میں سامان آرائش تھا دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ کے گھر میں صرف چند ہتھیار پائے گئے۔

قانونی لحاظ سے ذکرِ حبیب ﷺ کی ضرورت

قانونی لحاظ سے بھی ہمیشہ اپنے لیے عدل وانصاف پسند فرمایا۔مجلس میں سب کے برابر بیٹھتے۔اپنے لیے کسی کو کھڑے ہونے کی اجازت نہ دی۔رہن سہن، لباس وضع قطع کسی میں امتیاز نہ فرمایا۔

خندق کی کھدائی ہو یا مساجد کی تعمیر غرض ہر جگہ ہر موقع پر لوگوں کے ساتھ مل کر کام کیا۔

(۱) آن لائن اسلام، ازقلم : مولانا عبداللہ صاحب ٹول ※ عظم گڑھ وپ ※ انڈیا)

قرض خواہوں کو اپنے ساتھ درشتی سے تقاضہ کرنے کا حق دیا اپنے آپ کو مجلس عام میں انتقام کے لیے پیش کر دیا۔ نہ قانونی طور پر اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھا اور نہ سماجی طور پر کبھی امتیاز برتا،کہیں فرمایا اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹے جاتے۔

کیا اس بے لوث اور پر خلوص ایثار کا مظاہرہ نبی ﷺ کی ذات کے علاوہ کہیں اور مل سکتا ہے۔

ماہِ ربیع الاول اور ذکر حبیب ﷺ

ماہِ ربیع الاوّل کو رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے ایک خاص مناسبت ہے،اس مہینے میں مولانا وسیدنا محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، اسی ماہ میں نبوت ملی،اسی ماہ میں ہجرت ہوئی،اسی ماہ میں رحلت ہوئی ،آپ ﷺ سے محبت کا تقاضہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی دن اور کوئی لمحہ ایسا نہ ہو کہ اس کے دل کی دنیا رسول اللہ ﷺ کی یاد سے آباد نہ ہو؛ اس ماہ کی خصوصی نسبت کی وجہ سے عام طور پر اس موقع پر زیادہ جلسے کئے جاتے ہیں،اخبارات ورسائل کے نمبرات نکلتے ہیں،مختلف طریقوں پر سیرتِ طیبہ کے تذکرہ کو تازہ کیا جاتا ہے،مگر جلسوں کو ربیع الاول تک محدود کر دینے سے یہ پیغام ملتا ہے کہ مسلمان اپنے نبی کو صرف سال میں ایک مرتبہ ماہِ ربیع الاول ہی میں یاد کرتے ہیں،جب کہ سال کے بارہ مہینے اور مہینے کے تیس دن بلکہ ۲۴ گھنٹے نبی کی سیرت کو پیش نظر رکھنے کے مکلف تھے،شب وروز کے معمولات، مسلمان کی رفتار وگفتار،طور وطریق سے نبی کی یاد تازہ کی جاتی، ذکرِ رسول ﷺ کو کسی ایک ماہ کے ساتھ مختص کرنے کے بجائے سال کے بارہ مہینے تذکرۂ سیرت سے معطر کرنا چاہیے، حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ سے کسی نے پوچھا،آپ میلاد کو جائز کہتے ہیں یا ناجائز ؟ فرمایا: ہم تو ہر وقت ہر لمحہ میلاد النبی میں مشغول ہوتے ہیں،کلمہ کا ورد جاری رہتا ہے،آپ ﷺ نہ ہوتے تو کلمہ نصیب نہ تھا،اس ذات کریم ﷺ کے تذکرے کے لیے کیا مہینہ اور دن متعین کیا جاتا ہے؟ حقیقی عاشق ہمیشہ معشوق کے تصور میں کھویا رہتا ہے،لیلی،مجنوں کا

کتنا مشہور مقولہ ہے۔(۱) ”من احب شیئا اکثر ذکرہ“(۲)

ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت ہے

ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت ہے، اذاں واقامت، اور نماز جیسا اہم فریضہ درود (ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خالی نہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جشن سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن (تعلیمات) کی فکر ہو، ذکر لسانی سے زیادہ ذکر عملی کا اہتمام ہو، اپنے ہر عمل سے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ ہو جائے، زبانی ذکر دعوئے محبت ہے، عملی ذکر دلیل محبت ہے، دعوی بلا دلیل معتبر نہیں ہوتا، عملی زندگی شریعت وسنت کے تابع ہو تو ”ہر دن روزِ عید اور ہر شب شبِ برأت“ کا مصداق ہے، اولیاء کی زندگی عملی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرت النبی کا مدرسہ ہوا کرتی تھی، اسی لئے انہیں مستقل میلاد کے جلسوں کی ضرورت نہ ہوتی تھی، جب عملی زندگی کمزور ہوگئی تو رسمی جلسوں کا اہتمام، کردار کے بجائے گفتار کا سکہ چلنے لگا لیکن یہ بھی بسا غنیمت ہے کہ ربیع الاول کے موقع پر ہی سہی کچھ نہ کچھ بیداری ہو جاتی ہے، تذکرہ خواہ نثر میں ہو یا نظم میں بہر صورت باعثِ برکت ہے۔

نظم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ

کسی انسان کی خوبیاں اگر اس کی زندگی میں بیان کی جائیں تو اس کو عربی زبان میں مدح، اردو میں نعت کہتے ہیں، اس کے مرنے کے بعد اس کے اوصاف ومناقب کا ذکر کیا جائے تو اس کو مرثیہ کہتے ہیں، ہم اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی اپنے روضہ میں باحیات ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف بہر صورت نعت کہلائے گی۔

---

(۱) فتح الباری لابن حجر، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ وانھا مخلوقۃ۔

(۲) فتح الباری لابن حجر، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ وانھا مخلوقۃ۔

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”نعت گوئی عشقِ رسول اور شوقِ مدینہ ہندوستانی شعرا کا محبوب موضوع رہا ہے اور فارسی شاعری کے بعد سب سے بہتر اور سب سے مؤثر نعتیں اردو ہی میں ملتی ہیں۔“(۱)

اردو کی قدیم مثنویاں اس کی شاندار مثال ہیں، ویسے تو اردو میں باقاعدہ نعت گوئی کا آغاز سولہویں اور سترھویں صدی میں ہوا جب اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر سلطان محمد قلی قطب شاہ (۱۵۶۵-۱۶۱۱) نے نعت کی مستقل حیثیت قائم کی۔

نعت گوئی میں نہ صرف زبان دیکھی جاتی ہے اور نہ بیان پر نظر جاتی ہے، نہ فنی نکات تلاش کئے جاتے ہیں، اس کی روح صرف اخلاص اور محبتِ رسول ﷺ ہے، اگر بات دل سے نکلی ہے تو دلوں پر اپنا اثر چھوڑتی ہے اور بارگاہِ رسالت مآب میں وہ نذرانہ عقیدت اور محبت قبول ہو جائے تو اشعار کو حیات جاویدانی نصیب ہو جاتی ہے، جیسے فارسی میں سعدی شیرازیؒ، عبدالرحمان جامیؒ، محمد جان قدسیؒ وغیرہ کی بعض نعتیں اس کی شہادت دے رہی ہیں۔

جب کفارِ مکہ نے حضور اکرم ﷺ اور مذہبِ اسلام کی مخالفت میں جنگ و جدال کے ساتھ شاعری کا بھی سہارا لیا تو نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات پر صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت جن میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن زہیر، حضرت کعب بن مالک اور حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرھم نے کفار مکہ کی ہجویہ شاعری کا مقابلہ شاعری سے ہی کیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں اشعار پڑھ کر آپ ﷺ کا دفاع کیا اور مذہب اسلام کے محاسن و خوبیاں بیان فرمائیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے کفار قریش کی ہرزہ سرائی کا جواب دینے کے لیے بالخصوص حسان بن ثابتؓ، عبداللہ بن رواحہؓ کو جوابی اشعار لکھنے کا حکم دیا جن کا مرکزی نقطہ مدح رسالت ہی ہوتا تھا، آپ ﷺ مسجد نبوی میں اشعار سماعت فرمائے، اچھے اشعار پر اظہارِ

(۱) سید ابوالحسن علی ندویؒ، کاروان مدینہ، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوہ، لکھنو، ص ۱۷۶:

پسندیدگی بھی فرمایا،بعض اشعار پر اصلاح بھی فرمائی ،نعت گوئی کی روایت عہد صحابہ سے موجودہ عہد تک مسلسل قائم ہے مسلم شعرانے ہی نہیں بلکہ بہت سے غیر مسلم شعرانے بھی آپ ﷺ کے فضائل وکمالات کا منظوم تذکرہ کرکے اپنے فن کو اعتبار بخشا۔"(۱)

حضرت اعشیٰؓ ،حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور عبداللہ بن مرداسؓ شعرائے رسول ﷺ میں ہیں جن کی نعتیں خود رسول ﷺ نے سماعت فرمایا اور اظہار مسرت سے نعت گوئی کو تقدّس عطا فرمادی ان کے اشعار سیرت نبوی ﷺ کی تمام معتبر کتابوں میں منقول ہیں ، آنحضرت ﷺ کی مدح میں سب سے پہلے ابو طالب نے نعت کہی "سیرۃ النبی میں ابن ہشام نے اس قصیدہ کے سات شعر نقل کئے ہیں،اس قصیدہ سے پہلے کوئی کلام ایسا نہیں ملتا جس میں براہِ راست نبی کریم ﷺ کی نعت یا مدح ہو،اس قصیدے کے ابتدائی تین شعر یہ ہیں:

اذا اجتمعتُ یوماً قریشٌ لِمُفتخرِ فعَبدُ منافِ سِرّھا وصمیمھا

وِان حصلت أشراف عبد منافھا وفی ھاشم أشرافھا وقدیمھا

وِان فخرت یوماً فِان محمداً ھوالمصطفیٰ من سرّھا وکریمھا(۲)

اس قصدہ کے بقیہ چار اشعار کا رُخ اہل قریش کی طرف ہے(۳) نبی کریم ﷺ کی مدافعت میں جناب ابوطالب کے اور اشعار بھی ملتے ہیں، خاص طور سے ایک طویل قصیدہ جو ۹۵ / اشعار پر مشتمل ہے، جن میں سے ایک شعر یہ بھی ہے:

وأبیضَ یُستسقی الغَمَامُ بوجھہ ثِمالُ الیتامی عِصمَۃٌ للأرامل

آپ ﷺ کا گورا رنگ ، وہ حامی یتیموں ، بیواؤں کے،لوگ ان کے چہرہ کے صدقے سے پانی مانگتے ہیں۔

---

(۱)(سعود عالم،قصیدہ بردہ کے اردو تراجم،تحقیق ،تجزیہ: "بانت سعاد" کورپیج: ۷۴)

(۲) سیرۃ النبی ابن ہشام،ج۔۱ص:۱۵۶،طبع بیروت۔

(۳) سیرۃ النبی ابن ہشام،ج۔۱ص:۱۵۶،طبع بیروت

حضرت کعب بن زہیرؓ کا قصیدہ بردہ

دورِ جاہلیت اور دورِ اسلام کے مشہور شعرا کے درمیان کعب بن زہیر کا نام احترام وعقیدت کے ساتھ لیا جاتا ہے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے والد زہیر بن ابی سلمیٰ اس دور کے بڑے شاعر تھے، ان کے قصیدے کو خانہ کعبہ میں آویزاں ہونے کا شرف حاصل ہو چکا تھا، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو شاعری وراثت میں ملی تھی، اس لیے کم عمری ہی میں انھوں نے شاعری شروع کر دی تھی، زہیر بن ابی سلمیٰ نے اپنے بیٹے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے شاعرانہ رجحان کو دیکھتے ہوئے انھیں اشعار کہنے سے باز رکھنے کی کوشش کی، اس لیے کہ انھیں خوف تھا کہ اگر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے غیر معیاری اشعار کہہ ڈالے تو سارے خاندان کی عزت خاک میں مل جائے گی لیکن حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے شوق کو جاری رکھا۔ بیٹے کی ضد کے آگے زہیر مجبور ہو گئے اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی شاعرانہ تربیت کرنے لگے، اس سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو بڑا فائدہ ہوا کہ ان کے قصائد پر باپ کی شاعری کے اثرات نظر آنے لگے۔

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو زمانۂ جاہلیت سے زیادہ شہرت دورِ اسلامی میں حاصل ہوئی، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایسے قصائد کہے جنھیں نہ صرف اس زمانے میں شوق سے پڑھا گیا بلکہ آج بھی اہلِ عرب حضرت کعبؓ بن زہیر کے قصیدوں کو پڑھتے اور سنتے ہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز ایسے وقت حاصل ہوا جب کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اپنی زندگی سے مایوس، احساسِ کمتری سے دوچار اور زمانے کی نگاہوں میں بدبخت بنے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا خون مباح کر دیا تھا، یعنی ان کے قتل کا حکم صادر کر دیا گیا تھا۔

ابتداء میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی بُجیر کو داعیِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جانکاری لینے کے لیے بھیجا کہ وہ کیسے ہیں؟ اور کیا کہتے ہیں؟ بجیر حصولِ معلومات کے لیے چلے تو گئے مگر واپس نہ آئے، جب انھیں پتہ چلا کہ بھائی اسلام میں داخل ہو گیا ہے تو آگ

بگولہ ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی ہجو کرنے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا ہجو یہ قصیدہ سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب کا خون ہدر کر دیا اور اعلان کر دیا کہ جو کوئی کعب کو پائے اسے قتل کر دے، یہ زمانہ ۷ ہجری کا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ اعلان کے بعد پناہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے مگر کہیں امان حاصل نہ ہوئی، بالآخر انھیں یقین ہو گیا کہ اب جان بچانے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے کہ معذرت کر لی جائے، اس لیے ۹ ھ میں ایک رات چپکے سے مدینہ پہنچ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر معافی چاہی اور اپنا وہ مشہور قصیدہ پیش کیا جس میں بڑے پُرسوز انداز میں معذرت خواہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بہترین اشعار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب رضی اللہ عنہ کی معذرت سے بہت خوش ہوئے، ان کے قصیدے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا۔

اس قصیدے کا ۵۳ واں شعر جو نعت کی بہترین مثال ہے:

اِنَّ الرَّسُولَ لَسَیْفٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوفِ اللہِ مَسْلُولُ

بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شمشیر ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، وہ شمشیر جو ہندی لوہے کی بنی ہوئی ہے، اللہ کی تلوار جو نیام سے نکلی ہوئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اس قصیدے کے مدحیہ اشعار اتنے خوبصورت، شاندار اور عمدہ انداز میں ہیں کہ روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ وہ اشعار پڑھ رہے تھے تو آپ جھوم اٹھے، بعض اشعار پر سامعین کی توجہ بھی مبذول کرائی اور اپنی چادر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو اوڑھا دی، یہ ایک ایسا اعزاز تھا جس سے پورے عرب میں کعب کو عزت حاصل ہو گئی اور بعد کے ادوار میں بھی انھیں احترام وعقیدت کے ساتھ یاد کیا جانے لگا۔ اس چادر کو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے سنبھال کر رکھا، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کے خاندان والوں نے بھی اس کی حفاظت کی، بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ چادر چالیس ہزار درہم میں خرید لی جسے وہ جمعہ اور عیدین کے موقع پر تبرکاً پہنتے تھے، بعد میں یہ چادر

خلفائے عباسی کے پاس پہنچ گئی۔ وہ بھی تہواروں کے موقع پر اسے تبرکاً پہنتے تھے، اس قصیدے کو ''قصیدہ بردہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔''(۱)

اس قصیدے کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ دوسرے شعرا نے بھی قصیدہ بردہ کے نام سے متعدد قصیدے لکھے، جیسا کہ مصر کے امام البصیری نے 'قصیدہ بردہ' لکھا جو خاصا مقبول ہوا، لیکن قصائد بردہ میں اولیت وافضلیت کعب کے قصیدہ بردہ کو ہی حاصل ہے، کیونکہ یہ براہ راست پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا اور اس پر آپ ﷺ نے اپنی چادر کعب رضی اللہ عنہ کو پیش کر دی تھی۔(۲)

والدہ ماجدہ سیدتنا آمنہ کے اشعار

ابونعیم دلائل النبوۃ میں بطریق محمد بن شہاب زہری نقل کیا کہ، حضرت آمنہ کے انتقال کے وقت محمد ﷺ سرہانے تشریف فرما تھے، والدہ نے اپنے ابن کریم ﷺ کو درد بھری نگاہ سے دیکھتے ہوئے جو اشعار کہے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ:

فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَامِ مِنْ عِنْدَ ذِی الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ
تُبْعَثُ فِی الْحِلِّ وَ فِی الْحَرَامِ تُبْعَثُ فِی التَّحْقِیْقِ وَالْاِسْلَامِ
دِیْنُ اَبِیْكَ الْبَرّ ِ اِبْرَاهَامِ فَاللہُ اَنْهَاكَ عَنِ الْاَصْنَ
اَنْ لَّا تَوَالِیَهَا مَعَ الْاَقْوَامِ فالله أنهاك عن الأصنام (۲۹)

ترجمہ: تو تم ذی الجلال والاکرام کی طرف سے تمام لوگوں کے لئے بھیجے گئے ہو۔
ارض حل وحرم کے طرف، حق اور اسلام کے ساتھ۔
تمہارے نیک باپ ابراہیم کے دین کے ساتھ، جو اسلام ہے اور آسانی والا دین ہے
تمہیں وصیت کرتی ہوں کہ خدا کے لئے قوم کے ساتھ بتوں سے محبت نہ کرنا۔

---

(۱) نقوش، رسول نمر، ۲۳۶، جلد نمبر ۱ شمار ۱۳۰، اشاعت، ۱۹۸۴ء

(۲) اردو ریسرچ جنرل، یوسف رامپوری

(۳) الخصائص الكبري نويسنده :السيوطي، جلال الدين جلد 1 :صفحه,135 :

سرکار کی رضاعی بہن سیدتنا شیماء کے اشعار

رِضاعی بہن حضرت شَیماء سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنی لوریوں میں اس طرح محبت کا اظہار فرماتی ہیں:

مُحَمَّدٌ خَيْرُ الْبَشَرْ   مِمَّنْ مَّضٰى وَمَنْ غَبَرْ

مَنْ حَجَّ مِنْهُمْ اَوِ اعْتَمَرْ   اَحْسَنُ مِنْ وَّجْهِ الْقَمَرْ

مِنْ كُلِّ اُنْثٰى وَذَكَرْ   مِنْ كُلِّ مَشْبُوبٍ اَغَرْ

جو اِنسان گزر چکے اور جو آئیں گے ان سب سے بہتر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، میرے آقا حج وعمرہ کی سعادت پانے والوں میں بھی سب سے اعلیٰ بلکہ حُسن وجَمال میں چاند سے بھی بڑھ کر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو ہر خوبصورت اور بہادر مَرد وعورت سے بڑھ کر غیرت والے ہیں، اے میرے رب! مجھے حوادثِ زمانہ سے بچا کر میرے لیے میرے آقا کی راہ کو واضح فرما دے۔(۱)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

زمانہ جاہلیت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کا شمار بہترین شعراء میں ہوتا تھا، آپ رضی اللہ عنہ آخر عمر میں اسلام لائے تھے، ضعف کی وجہ سے غزوات میں شرکت کرنے کے بجائے زبان سے جہاد کرکے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہء کرام کا دفاع کیا کرتے تھے، اور اسلام دشمن شعراء کی ہجو کا مسکت جواب دیتے تھے، اسی لیے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو شاعرِ رسول کا لقب دیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھوایا کرتے تھے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے مدافعت کریں اور کفار کے الزامات کا جواب دیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ بھی فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ روح القدس حضرت جبرئیل علیہ

(۱) المواہب اللدنیۃ، المقصد الاول، ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ۱/۸۸

اسلام کے ذریعہ حسان بن ثابت کی مدد کرتے ہیں جب تک وہ دین اسلام کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یَوْمَ قُرَیْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ: اھْجُ الْمُشْرِکِیْنَ، فَإِنَّ جِبْرِیْلَ مَعَکَ..(۱)

ثناء خوان بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حقیقت بیانی کرتے ہوئے فرمایا:

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِيْ وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

”آپ سے زیادہ حسین بندہ میری آنکھوں نے کبھی آج تک نہیں دیکھا ہے اور آپ سے زیادہ خوبصورت آج تک کسی ماں نے جنا ہی نہیں ہے“۔

”آپ تمام عیوب ونقائص سے پاک پیدا ہوئے ہیں گویا آپ کی جیسی خواہش تھی اسی طرح آپ مولود ہوئے ہیں“۔

سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اشعار

آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی مدح کرتے ہوئے یوں فرماتی ہیں کہ

فَلَوْ سَمِعُوْا فِیْ مِصْرَ اَوْصَافَ خَدِّہٖ لَمَا بَذَلُوْا فِیْ سَوْمِ یُوْسُفَ مِنْ نَّقْدِ
لَوَّامِیْ زُلَیْخَا لَوْ رَائَیْنَ جَبِیْنَہٗ لَاٰثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوْبِ عَلَی الْیَدِ
لنا شمسٌ وللآفاق شمسٌ وشمسی خیرٌ من شمسِ السماء
فانّ الشمس تطلعُ بعد فجرٍ وشمسی طالعٌ بعد العشاءِ

اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رخسار مبارک کے اوصاف اہلِ مصر سن پاتے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت لگانے میں سیم و زر نہ بہاتے اور زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں اگر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جبیں انور دیکھ لیتیں تو اپنے ہاتھ کاٹنے کی بجائے اپنے دل کاٹ

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۳۰۴۱

دیتیں، ایک ہمارا سورج ہے اور ایک آسمانوں کا سورج ہے، اور میرا سورج آسمان کے سورج سے کہیں زیادہ بہتر و افضل ہے، کہ آسمان کا سورج فجر کے بعد نکلتا ہے، اور میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔(۱)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا:

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرِ مِنْ وَّجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

''اے خوبصورتی کے پیکر اور تمام مخلوق کے سردار! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرۂ انور سے ہی چاند نے اپنی چاندنی حاصل کی ہے''۔

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پوری مدحت و ثناء کا حق ادا کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اسی مسئلے کو مختصر کرتے ہوئے کہا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ بزرگ و برتر کے بعد عظیم ہستی ہیں''۔

نعتیہ کلام میں کسی بھی شرکیہ جملہ یا دیگر انبیاء کرام کی شان میں کسی بھی گستاخی درست نہیں مختلف عاشقین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں بے شمار نعتیں تحریر فرمائی ہیں، علماء دیوبند کے نعتیہ کلام پر مزید تفصیلات کے لیے مدرسہ شاہی مراد آباد سے اپریل 2005ء میں شائع ہونے والے ماہنامہ ''ندائے شاہی'' کا خصوصی نمبر ''نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' پڑھنا مفید ہوگا۔

آمدِ مصطفی کی برکات پر ایک مختصر نعت

محمد مصطفی آئے بہار اندر بہار آئی زمین کو چومنے جنت کی خوشبو بار بار آئی

جنابِ آمنہ کا چاند جب چمکا زمانے میں قمر کی چاندنی قدموں پہ ہونے کو نثار آئی

حلیمہ دو جہاں قربان ہوں تیرے مقدر پر تیرے کچے سے گھر میں رحمت پروردگار آئی

(۱) شرح العلامۃ الزرقانی، الفصل الثالث فی ذکر ازواج الطاہرات عائشۃ ام المومنین ۴/ ۳۹۰۔

بڑی مایوس تھی دائی حلیمہ جب گئی مکے
مگر آئی تو لیکر دو جہاں کا تاجدار آئی
وہ آئے تو منادی ہوگئی صائم زمانے میں
بہار آئی بہار آئی بہار آئی بہار آئی

سیرتِ رسول ﷺ کے تذکرے کی افادیت

مسلمان سیرت کا تذکرہ مقصد بنا کر کریں تاکہ عملی زندگی میں سیرتِ رسول سے استفادہ ممکن ہو، رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا تذکرہ باعثِ خیر وثواب تو ہے ہی، مگر اس پر اکتفاء نہ کیا جائے، بلکہ ہر قدم پر رہنمائی کرنے والی عملی سیرت پر نظر رہے۔

ذکر حبیب ﷺ ذریعۂ ہدایت ہے

محبتِ رسول ﷺ میں اضافہ جس سے اطاعت کی رغبت بڑھتی ہے، اور سنتوں کی پیروی آسان ہوتی ہے، آدمی کو جس سے سچی محبت ہوتی ہے ہر چیز میں اس کی نقالی کرتا ہے، عموماً چار باتوں کی وجہ سے دوسروں سے محبت کی جاتی ہے (۱) حسن وجمال (۲) فضل وکمال (۳) عطاء ونوال (۴) نسب کی شرافت، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ میں یہ سارے اسبابِ محبت جمع فرمادیئے، آپ کا حسن بے مثال تھا صحابہؓ نے آپ ﷺ کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی۔

حسن وجمال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا، گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج آپ کے چہرے میں چل رہا ہو۔

"مَارَاَیْتُ شَیْئاً اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللہ ﷺ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ عَلٰی وَجْھِہٖ"۔ (۱)

---

(۱) مشکاۃ، کتاب الفضائل، باب فضائل سید المرسلین، ۲/ ۳۶۲، حدیث ۵۷۹۵:

بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس چیز پر اپنا دستِ مبارک رکھ دیتے تھے وہ بھی تر وتازہ ہو جاتا تھا جیسا کہ حضرت ابوسِنان عبدی صباحی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا دستِ مبارک پھیرا، ان کی عمر ۹۰ سال ہوگئی مگر ان کا چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا۔(۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک رات چاندنی رات تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تشریف فرما تھے۔ اُس رات بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسنِ طلعت پر نظر ڈالتا تھا اور کبھی چمکتے ہوئے چاند پر، میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چاند سے کہیں زیادہ حسین لگ رہے تھے۔''

رأيتُ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في ليلة إضحيان، فجعلت أنظر إلي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم و إلي القمر، و عليه حلة حمراء، فإذاهو عندي أحسن من القمر''(۲)

اِمام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں امام قرطبیؒ کا یہ ایمان افروز قول نقل کیا ہے:

''حضور کا حسن و جمال مکمل طور پر ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اور اگر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تمام حسن و جمال ہم پر ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلوؤں کا نظارہ کرنے سے قاصر رہتیں۔

''لم يظهر لنا تمام حسنه صلى الله عليه وآله وسلم، لأنّه لو ظهر لنا تمام حسنه لما أطاقت أعيننا رؤيته صلى الله عليه وآله وسلم''(۳)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کمالِ حسن کو بڑے ہی دلپذیر انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَ أَحسَنُ مِنکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَینِيْ وَ أَجمَلُ مِنکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

(۱) (الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ابو سنان العبدی ثم الصباحی، ۷/۱۶۴، حدیث: ۱۰۰۶۶

(۲) ترمذي، ابواب الآدب، حدیث: ۲۸۱۱

(۳) شرح المواب اللدني: ۲۴۱/۵

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ(۱)

(آپ ﷺ سے حسین تر میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور نہ کبھی کسی ماں نے آپ ﷺ سے جمیل تر کو جنم ہی دیا ہے۔آپ ﷺ کی تخلیق بے عیب (ہر نقص سے پاک) ہے، (یوں دِکھائی دیتا ہے) جیسے آپ ﷺ کے ربّ نے آپ کی خواہش کے مطابق آپ ﷺ کی صورت بنائی ہے۔)

فضل وکمال

اللہ نے نبی کریم ﷺ کی فضیلت بتانے کے لئے قرآن میں یہ بات ارشاد فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میری اطاعت ان کی نافرمانی میری نافرمانی کیا ہے،

”یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ“۔(۲)

اور آپ ﷺ کا ایک ایک لمحہ اتنا باکمال تھا کہ پوری انسانیت اسکو نمونہ اور آئیڈیل بنالے”لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیھِمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ“۔(۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دعوت میں ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ کی خدمت میں بکری کی دستی کا گوشت پیش کیا گیا یہ آپ ﷺ کو بہت مرغوب تھا۔آپ ﷺ اس میں سے کاٹ کاٹ کر تناول فرمانے لگے اور فرمایا: میں قیامت کے روز تمام انسانوں کا سردار ہوں۔

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم فِي دَعْوَةٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَقَالَ: أَنَا سَيِّدُ الْقَوْمِ۔(۴)

(۱) حسان بن ثابت، دیوان: ۲۱

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۵۹

(۳) الممتحنہ: ۶

(۴) صحیح بخاری، حدیث: ۳۱۶۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت وکمال کو ظاہر کرنے کے لئے قرآن کی ایک ایک آیت اور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک حدیث گواہی دیتی ہے، اس کو مکمل بیان نہیں کیا جاسکتا اسی لئے شاعر نے کہا:

؎ بعد از خدا بزرگ قصہ مختصر

عطاء ونوال

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ عطاء وسخاوت کے واقعات آپ کی زندگی میں بارہا پیش آئے اور آپ عطاء کرنے میں کبھی نہ نہیں کیا؛ بلکہ لوگوں کے اسلام لانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کا بھی بڑا کردار رہا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دن کی عطا سخی بادشاہوں کی عمر بھر کی سخاوت و بخشش سے زائد تھی، جنگل بکریوں وغیرہ سے بھرے ہوئے ہیں اور حضور عطا فرمارہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں اور حضور پیچھے ہٹتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب سب اَموال تقسیم ہولئے ایک اَعرابی نے چادر مبارک بدنِ اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ وپشتِ مبارک پر اس کا نشان بن گیا، اس پر اِتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، وَاللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے۔

کبھی تو ایسا بھی ہوا کہ اپنے بدنِ مبارک پر پہنا ہوا کپڑا بھی عطا فرمادیا جیسا کہ حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر آئی، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میں نے اپنے ہاتھ سے بُنی ہے، میں آپ کے پہننے کے لئے لائی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرورت تھی، اس لئے آپ نے وہ چادر لے لی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نکلے اور اسی چادر کو بطورِ تہبند باندھے ہوئے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر عرض کی: کیا اچھی چادر ہے یہ مجھے پہنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! کچھ دیر کے بعد آپ مجلس سے اُٹھ گئے، پھر واپس تشریف لائے اور وہ چادر لپیٹ کر اس صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

نے اس سے کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا، حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کا سوال رد نہیں فرماتے، وہ صحابی رضی اللہ عنہ کہنے لگے : اللہ کی قسم! میں نے صرف اس لئے سوال کیا کہ جس دن میں مر جاؤں یہ چادر (بطورِ تبرّک) میرا کفن بنے۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ وہ چادر اس کا کفن ہی بنی۔(۱)

حضرت صَفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے (اسلام لانے سے پہلے غزوۂ حُنین کے موقع پر) بکریوں کا سُوال کیا، جن سے دو پہاڑوں کا درمیانی جنگل بھرا ہوا تھا، آپ ﷺ نے وہ سب ان کو دے دِیں۔ اُنہوں نے اپنی قوم میں جا کر کہا : اے میری قوم! تم اسلام لے آؤ! اللہ پاک کی قسم! محمد (ﷺ) ایسی سخاوت فرماتے ہیں کہ مُحتاجی کا خوف نہیں رہتا۔(۲)

مزید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حنین کے دن مجھے مال عطا فرمانے لگے، حالانکہ آپ ﷺ میری نظر میں مبغوض ترین تھے، پس آپ ﷺ مجھے عطا فرماتے رہے، یہاں تک کہ میری نظر میں محبوب ترین ہو گئے، اس طرح کے واقعات سیرت کی کتابوں میں بکثرت ملتے ہیں۔

نسب کی شرافت

نبی کریم ﷺ جس زمانہ میں اس دنیا میں تشریف لائے تھے اس وقت نسب کی شرافت کا اعلیٰ ہونا عرب میں بڑی اہمیت کے حامل تھا بلکہ آج بھی عربوں میں نسب وقبیلہ کا اعتبار بہت زیادہ کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کو ایسے خاندان میں پیدا فرمایا جو کہ عرب ویگر قبائل میں عمدہ و پاکیزہ واعلیٰ مانا جاتا تھا کہ سید الکونین ﷺ کی خاندانی شرافت خوب سے خوب تر تھی، جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ تمام صحابہؓ کے مجمع میں صاف لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا کہ میرا انتخاب اللہ نے انسانوں میں حضرت ابراہیم

---

(۱) سیرتِ ابن ہشام: ۳۸۴ ملخصاً

(۲) صحیح مسلم، حدیث ۶۰۲۱

علیہ السلام کی اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام میں فرمایا اور پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو منتخب فرمایا، اور پھر بنو کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، اور پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا، اور بنو ہاشم میں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا۔

"إن الله اصطفى من ولد إبراهيم، إسماعيل، واصطفى من ولد إسماعيل بني كنانة، واصطفى من بني كنانة قريشا، واصطفى من قريش بني هاشم، واصطفاني من بني هاشم هذا۔ (۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اخلاق واطوار ایسے تھے کہ کسی فردِ بشر میں بشمول انبیاء کے ان کا تصور ممکن نہیں، مختلف انبیاء کرام میں جو خصوصیات وکمالات انفرادی طور پر تھیں، وہ تمام کمالات آپ میں ودیعت کیئے تھے، ان کمالات سے آگاہی۔

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا واقعہ مثالی ہے، ایک جنگ میں یہ گرفتار ہوئے، مسجد نبوی میں لاکر ستون سے باندھ دیئے گئے بنیادی ضرورتوں (وقت پر کھانا پینا اور آرام) وغیرہ کا پورا خیال رکھا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتے جاتے ان کی خیریت دریافت کرتے، ثمامہ بڑی تلخی سے جواب دیتے، "اگر مجھے قتل کروگے تو میرا بدلہ لیا جائے گا اور اگر احسان کروگے تو میں احسان فراموش نہیں ہوں"۔

إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ (۲)

تین دن بعد بھی یہی گفتگو ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں رہا کرنے کا حکم دیا، ثمامہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کا اثر ہو چکا تھا، قریبی باغ میں گئے، غسل کیا، کپڑے پاک کیے، واپس

---

(۱) ترمذی، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث: ۳۶۹۵، امام ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

(۲) صحیح بخاری، حدیث: ۴۳۷۲

آ کر مسلمان ہو گئے، ثمامہ نے براہ راست آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمہ کو دیکھا، جو اسلام قبول کرنے کا ذریعہ بنا، ہم اس وقت براہ راست آپ ﷺ کو دیکھ نہیں سکتے، لیکن کتب سیرت وسیرت کے تذکرے کے ذریعے جان تو سکتے ہیں، عمل کرکے برادرانِ وطن کو گرویدہ کرسکتے ہیں۔

عظمتِ حبیب ﷺ کا ذریعہ یمن کے بادشاہ تُبّع حمیری کا قصہ

اسعد الیمانی جسکا تعلق عرب سے تھا، ملک یمن میں سبا قوم کا حاکم، قوم کے حاکم کا نام تبع رکھا جاتا تھا جیسے مصر کے بادشاہ کا نام فرعون، حبشہ کے بادشاہ کا نجاشی، فارس کے بادشاہ کا قیصر لقب رکھا جاتا ہے، تبع الحمیری کا لشکر جب صف بندی کرتا تھا تو صنعا سے دمشق تک گھوڑے کھڑے ہوتے۔

"كان تبع إذا عرض الخيل قاموا صفا من دمشق إلى صنعاء اليمن"

یہ شخص یمن سے شہروں کو فتح کرتے ہوئے مدینہ پہنچا (۱)

علمائے تورات نے حضور اکرم ﷺ کے آنے کی خوشخبری سنائی اور آپ ﷺ کی نشانیاں بتائیں اور مدینہ پر حملہ کرنے سے روکا، تبع الحمیری نے اوس اور خزرج (دو آدمی یا دو قبیلوں) کو یہاں آباد کیا اور ان کو ایک خط دیا جس میں کچھ اشعار لکھے ہوئے تھے، اور کہا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو اور پھر اس بڑے عالم ربانی کو ایک خط لکھ دیا اور کہا کہ میرا یہ خط اس نبی آخر الزماں ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دینا اور اگر زندگی بھر تمھیں حضور ﷺ کی زیارت

---

(۱) حضور ﷺ سے ایک ہزار سال پہلے یمن کا بادشاہ تُبّع حمیری تھا، ایک مرتبہ وہ اپنی سلطنت کے دورہ کو نکلا، بارہ ہزار عالم اور حکیم اور ایک لاکھ بتیس ہزار سوار، ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ اپنے ہمراہ لئے ہوئے اس شان سے نکلا کہ جہاں ب×× پہنچتا اس کی شاہی شان وشوکت دیکھ کر مخلوق خدا چاروں طرف نظارہ کو جمع ہو جاتی ت××، یہ بادشاہ جب دورہ کرتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا تو اہل مکہ میں سے کوئی اسے دیکھنے نہ آیا۔ بادشاہ حیران ہوا اور اپنے وزیر اعظم سے اس کی وجہ پوچھ× تو اس نے بتایا کہ اس شہر میں ایک گھر ہے جسے بیت اللہ کہتے ہیں، اس کی اور اس کے خادموں کی جو یہاں کے باشندے ہیں تمام لوگ بے حد تعظیم کرتے ہیں اور جتنا آپ کا لشکر ہے اس سے کہیں زیادہ دور اور نزدیک کے لوگ اس گھر کی زیارت کیلئے آتے ہیں اور یہاں کے باشندوں کی خدمت کر کے چلے جاتے ہیں، پھر آپ کا لشکر ان کے خیال میں کیوں آئے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کا موقع نہ ملے تو اپنی اولاد کو وصیت کر دینا کہ نسلاً بعد نسلاً میرا یہ خط محفوظ رکھیں حتٰی کہ سرکار ابد ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جائے یہ کہہ کر بادشاہ وہاں سے چل دیا، خط کا مضمون تھا:۔ ”کمترین مخلوق تبع اول حمیری کی طرف سے شفیع المذنبین سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ امابعد: اے اللہ کے حبیب! میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور جو کتاب اپ پر نازل ہوگی اس پر بھی ایمان لاتا ہوں اور میں آپ کے دین پر ہوں، پس اگر مجھے آپ کی زیارت کا موقع مل گیا تو بہت اچھا وغنیمت اور اگر میں آپ کی زیارت نہ کرسکا تو میری شفاعت فرمانا اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کرنا، میں آپ کی پہلی امت میں سے ہوں اور آپ کے ساتھ آپ کی آمد سے پہلے ہی بیعت کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔

”فانی آمنتُ بک وبکتابک الذی أنزل علیک، وانا علی دینک وسنتک وآمنتُ بربک ورب کل شئ وآمنتُ بکل ما جاء من ربک من شرائع الاسلام فِان ادرکتُک فبھا ونعمت وان لم ادرکک فاشفع لی ولا تنسنی یوم القیامة فانی من ربک من امتک الاولین وتابعتک قبل مجیئک وأنا علی ملتک وملت ابیک ابراھیم (علیه السلام) ثم ختم الکتاب ونقش علیه، لله الامر من قبل ومن بعد وکتب عنوانه الی محمد بن عبد الله نبی الله ورسوله خاتم النبیین ورسول رب العالمین (صلی اللہ علیه وآله وسلم) من تُبَع اول“ (۱)

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) یہ سن کر بادشاہ کو غصہ آیا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں اس گھر کو کھدوادوں گا اور یہاں کے باشدوں کو قتل کروادوں گا، یہ کہنا تھا کہ بادشاہ کے ناک، منہ اور آنکھوں سے خون بہنا شروع ہوگیا اور ایسا بدبودار مادہ بہنے لگا کہ اس کے پاس بیٹھنے کی طاقت نہ رہی، اس مرض کا علاج کیا گیا مگر افاقہ نہ ہوا، شام کے وقت بادشاہی علماء میں سے ایک عالم ربانی تشریف لائے اور نبض دیکھ کر فرمایا، مرض آسمانی ہے اور علاج زمین کا ہو رہا ہے، اے بادشاہ! آپ نے اگر کوئی بری نیت کی ہے تو فوراً اس سے توبہ کریں، بادشاہ نے دل ہی دل میں بیت اللہ شریف اور خدام کعبہ کے متعلق اپنے ارادے سے توبہ کی، توبہ کرتے ہی اس کا وہ خون اور مادہ بہنا بند ہوگیا، اور پھر صحت کی خوشی میں اس نے بیت اللہ شریف کو ریشمی غلاف چڑھایا اور شہر کے ہر باشندے کو سات سات اشرفی اور سات ریشمی جوڑے نذر کیئے۔

(۱) تفسیر جلالین، جلال الدین سیوطی۔ سورہ الدخان آیت 30

تبع الحمیری یمن واپس جاتے ہوئے مکہ سے گذرا اور وہاں عبادت کی اور لوگوں کا خوب اکرام کیا اور وہیں پر خواب دیکھا کہ خانہ کعبہ کو غلاف پہنا رہا ہے تو اس نے خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا، اس کا انتقال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے ۷۰۰ سال پہلے ہوا، تبع الحمیری مسلمان تھا اور حالت ایمان پر اس دنیا سے رخصت ہوا، شاہ یمن کا یہ خط نسلاً بعد نسل ایک طویل عرصہ کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تو سب یہی اصرار کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو جس گھر میں یہ ٹھہرے گی اور بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہوگی، چنانچہ جو دو منزلہ مکان شاہ یمن تبع حمیری نے حضور کی خاطر بنوایا تھا وہ اس وقت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی تحویل میں تھا، اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی جا کر ٹھہر گئی، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وہ خط آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کیا، ایک موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تبع کو برا مت کہو وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ ”لاتسبوا تبعا فإنه كان قد أسلم“ اور تاریخ میں یہ پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ کو غلاف چڑھایا۔ ”هو أول من كسا الكعبة“(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالی نے تبع کی قوم کو برا کہا مگر تبع کو برا نہیں کہا۔ ”كان تُبّعُ رجلًا صالحًا، ألا ترى أنّ اللهَ عزّ وجلّ ذمّ قومَه ولم يَذُمّه“(۲)

”وكان من قصة تبع، أنه أقبل يفتتح المدائن حتى نزل المدينة، فجمع أحبارهم وعلماءهم، فأخبروه أنه سيخرج نبي من بني إسماعيل، مولده بمكة، وهذه -أي المدينة المنورة- دار هجرته اسمه أحمد، وأخبروه أنه لا يدركه، قال :وما صفته؟ قيل له :رجل ليس بالقصير ولا بالطويل، في عينيه حمرة يركب

---

(۱) إتحاف الخيرة المهرة، ۳: ۱۹۵/، اس روایت میں محمد بن عمر الواقدي ضعیف راوی ہے۔

(۲) السلسلة الصحيحة للالبانی ۵: ۵۴۹/، صحيح على شرط الشيخين

البعير ويلبس الشملة، سيفه على عاتقه، ولا يبالي من لاقى حتى يظهر أمره. فقال تبع :ما إلى هذا البلد من سبيل وما كان ليكون خرابها على يدي"(۱)

تبع نے نبی کی شان میں یہ اشعار کہے :

شهدت على أحمد أنه رسول من الله بارئ النسمْ
فلو مد عمري إلى عمره لكنت وزيرا له وابن عمْ
وجاهدت بالسيف أعداءه وفرجت عن صدره كل غمْ(۱۵۳)

فائدہ: یہ واقعہ فی نفسہ ایک تاریخی اور اسرائیلی واقعہ ہے لہذا اس کے صحیح یا غلط ہونے پر زیادہ کلام نہیں کیا جاسکتا، فی نفسہ یہ واقعہ کتب تاریخ میں ملتا ہے۔(۳)

بنی اسرائیل کے ایک گنہ گار کی بخشش

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص گنہگار تھا، جب مرگیا تو بنی اسرئیل نے اس تجہیز وتکفین کو اہمیت نہ دی یُونہی بے گور وکفن چھوڑ دیا، اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارا ایک دوست فوت ہوگیا ہے، اُسکی تجہیز وتکفین اور جنازہ پڑھادو، حضرت موسیٰ اس جگہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک گُنہگار شخص تھا، آپ کو حیرت ہوئی، اس شخص کی تجہیز وتکفین کی اور نمازِ جنازہ پڑھا کر دفنادیا، بعد میں اللہ رب العزت نے فرمایا :اے موسیٰ! تھا تو یہ واقعی بہت گُنہگار؛ مگر اسکی یہ عادت تھی کہ جب کبھی توریت کھولتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نام کو دیکھتا تو فرط محبت سے اس نام کو چومتا، اسے آنکھوں سے لگاتا اور آپ کی ذاتِ طیبہ پر درود پڑھتا، میں نے (اس عمل کی وجہ سے) اسے قدر ومنزلت عطا کی اس کے گُناہوں کو معاف

(۱) المطالب العالي ※ ،ابن حجر العسقلاني ،: ۲/ التقرب ※ (الواقدي) ،※ ضعيف.

(۲) تفسیر درمنثور جلال الدین سیوطی سورہ ص، آیت 34 تفسیر جلالین، جلال الدین سیوطی۔سورہ الدخان آیت 30

(۳) کتبہ : عبدالباقی اخونزادہ

کر دیا اور ستّر حوریں اس کے نکاح میں دیں۔

”وَنَظَرَ اِلٰی اِسمِ مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَبَّلَہٗ وَوَضَعَہٗ عَلٰی عَیْنَیْہِ وَصَلّٰی عَلَیْہِ ، فَشَکَرْتُ ذٰلِکَ لَہٗ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَہٗ وَزَوَّجْتُہٗ سَبْعِیْنَ حَوْرَاءَ“(۱)

سیرت کے تذکرے سے اطاعت کا جذبہ پیدا ہوگا

بنیادی مقصد اتباع ہے، ’لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ“۔(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، امام محمد بن عیسیٰ الترمذی کہتے ہیں، اُسوہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع اور قول وفعل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت سے اجتناب مراد ہے، دنیا میں جتنے رسول اللہ تعالیٰ نے بھیجے، سب کا یہی مقصد تھا کہ ان کی اطاعت کی جائے، ”وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ“(۳) ”ہم نے جو رسول بھیجا ہے، اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ممکن نہیں،“ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے در اصل اللہ کی اطاعت کی“۔ ”من یطع الرسول فقد اطاع اللہ“(۴)

آپ کی مبارک سیرت کامل ومکمل جو زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، اس کا ایک ایک جز محفوظ بھی ہے، جسے عملی زندگی میں لانا آسان ہے، بار بار اطاعتِ رسول کی تاکید اسی لیے کی گئی، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات افراط وتفریط سے پاک ہونے کے علاوہ جامع ومانع بھی ہے، انبیاء کرام کے حالات محض آگاہی کے لیے نہیں، بلکہ یہ باتیں زندگی میں اختیار

---

(۱) حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، ۴/ ۴۵، حدیث ۴۶۹۵:

(۲) سورۃ الاحزاب: ۲۱

(۳) النساء: ۶۴

(۴) النساء: ۸۰

کرنے کے لیے ہیں، سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے انیس (۱۹) انبیاء کرام کے ذکر کے بعد نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی پیروی اور اقتداء کا حکم دیا۔ "أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ۔ (۱)

سیرت انسانی حدود واختیار سے باہر نہیں ہے، مفید نصیحتوں، میٹھی میٹھی باتوں کی دنیا میں کمی نہیں، کمی تو دراصل عمل کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بات فرمائی خود عملی مثال پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا، ان کے بعد کروڑوں انسانوں نے اس پر عمل کر کے اس کے عملی ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

بقول علامہ سید سلیمان ندوی ؒ: ''سیرت محمدیؐ دنیا کا آئینہ خانہ ہے، جس میں دیکھ کر ہر شخص اپنے جسم وروح، ظاہر وباطن، قول وعمل، زبان ودل اور طور وطریق کی اصلاح ودرستی کرسکتا ہے، اسی لیے کوئی مسلمان قوم اپنی شائستگی اور ادب اخلاق کے لئے اپنے مذہب سے باہر اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے الگ کوئی چیز نہیں مانگتی اور نہ اس کو اس کی ضرورت ہے، سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیائے اسلام کا عالمگیر آئینہ ہے، اسی کے مقابلہ سے حسن وقبح اور نیکی وبدی کا راز اس پر کھلتا ہے، اور چوں کہ کوئی انسانی کامل زندگی اس استیعاب اور استقصاء کے ساتھ دنیا کے سامنے موجود نہیں ہے اس لیے تمام تر انسانوں کے لیے یہی ایک کامل نمونہ ہے''۔ (۲)

❁ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا حال یہ تھا کہ شریعت سے ہٹ کر دیگر وقتی عادات میں بھی اتباع کا اہتمام کرتے تھے، ایک مرتبہ راستہ میں اچانک اپنی اونٹنی گھمانے لگے کسی نے اس بارے میں ان سے استفسار کیا تو فرمایا مجھے خود پتہ نہیں لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتا دیکھا تھا اس لئے کیا۔ (۳)

---

(۱) سورۃ الانعام: ۹۰

(۲) موجودہ دور میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ۵۵:

(۳) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ۳۴/ ۲ دار الفیحاء عمان

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کچھ لوگوں کو کھڑے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے ارشاد فرمایا بیٹھ جاؤ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو اس وقت مسجد میں داخل ہو رہے تھے آپ کی آواز ان کے کان میں پڑی تو دروازہ ہی پر جوتوں کے پاس بیٹھ گئے، پھر سرورِ عالمؐ نے انہیں اندر بلوالیا۔(۱)

حضرت عبداللہ بن قیس بن مخرمہ نے جن کے ساتھ ان کا خچر تھا یہ کہا کہ چچا جان سوار ہو جائیے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بھتیجے! اگر میں سوار ہونا چاہتا تو مجھے سواریاں مل جاتیں لیکن میں بھی اس مسجد کو اسی طرح پیادہ جاؤں جس طرح میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیادہ جاتے ہوئے دیکھا ہے۔

"انا احب ان أمشی إلیه کما رأیته یمشی"(۲)

حضرت حکیم صاحب نے حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس قسم کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا موزہ اتارا جو پہلے داہنی طرف سے اتار دیا، فرمایا پھر پہناؤ اور پہلے بائیں طرف سے اتارو، آج امت کا عجیب حال ہے کہ وہ سنت کو سنت خیال کر کے نظر انداز کرنے لگی ہے، جب کہ بگاڑ کے زمانہ میں ایک سنت پر چلنے والے کو سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ عزوجل بندے کو محض ایک سنت کے اتباع کی وجہ سے جنت میں داخل کر دیتا ہے۔(۳)

قاری صدیق صاحبؒ ارشاد فرمانے لگے "اب اٹھتے بیٹھتے تکلیف ہوتی ہے، سوتے وقت وضو کا اہتمام دشوار ہوتا ہے لیکن بعض بزرگوں کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک رات باوضو سونے کے لئے انہیں ۱۴ مرتبہ وضو کرنا پڑا اور ہر مرتبہ پوری بشاشت سے وضو

---

(۱) فجلس عند باب المسجد فرآہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعال یا عبداللہ بن مسعود، کنز العمال حدیث ۲۰۹۷۳

(۲) مسند احمد، عبداللہ بن عمر حدیث: ۵۹۹۹

(۳) إن اللہ یدخل العبد الجنة بالسنة تمسک بها (الشفاء: فصل و أما وجوب اتباعه و امتثال سنته ۲/۱۲

کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں سنت کے مواقف سونا نصیب ہو جائے، ایسے بزرگوں کے حالات سے عمل کی ہمت ہو جاتی ہے۔" (۱)

حب فی اللہ و بغض فی اللہ کی صفت پیدا ہوگی

جس میں حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی صفت پیدا ہو، غیر اسلامی تہذیبوں اور ان کے نظامِ زندگی سے نفرت پیدا ہو، وہ تہذیب و تمدن میں غیروں کی نقالی سے بچے گا، صحابہؓ نے اپنے کافر قرابتداروں سے دوری اختیار کی حتیٰ کہ جنگ میں ان کے خلاف صف آراء ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبدالرحمٰنؓ جنگ بدر میں دشمنوں کے ساتھ شامل تھے بڑے بہادر تھے (اسلام لانے کے بعد عراق کا مشہور شہر بصرہ آپ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا) جب عین جنگ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے فرزند کی زد میں آگئے تو محبت پدری نے جوش مارا اور حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنا رخ دوسری سمت کرلیا، غزوہ بدر کے بعد صلح حدیبیہ کے موقع پر ایمان لائے، ہجرت مدینہ کی سعادت بھی حاصل کی، کاتب وحی مقرر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی علالت کے آخری ایام میں ترمسواک استعمال فرمائی، آپؓ کی یہ سعادت مندی ہے کہ یہ مسواک آپ ہی کے پاس تھی، ایک مرتبہ اصحابؓ رسولؐ کی محفل گرم تھی۔ جنگ بدر کا ذکر چھڑا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جو اس وقت مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، اپنے جلیل القدر والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بدر کا واقعہ کا ذکر کیا، سیدنا ابوبکرؓ نے فرمایا: اگر تم میری زد میں آجاتے تو میں للٰہیت کے مقابلے میں محبت پدری کی کوئی پروا نہ کرتا۔ لٰکِنَّکَ لَوْ اَھْدَفْتَ لِیْ لَمْ اَنْصَرِفْ عَنْکَ. (۲)

حضرت عامر بن عبداللہ بن جراحؓ (کنیت) ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ابو بکر صدیقؓ کے اسلام لانے کے دوسرے دن حلقہ بگوش اسلام ہونے والوں میں سے ہیں، جنگ بدر

---

(۱) (اللہ والوں کی مقبولیت کا راز ۱۵۸:)

(۲) نوادر الاصول، امام ترمذی، الرقم: 496:1،710

میں جس امتحان سے گزرنا پڑا ہم سوچ بھی نہیں سکتے ، جنگ اپنے شباب پر تھی ، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مشرکین کی صفوں میں بھگدڑ مچا رہے تھے، کوئی وار خالی نہ جاتا، مشرکین کی بھیڑ میں ایک شخص ایسا بھی تھا کہ اگر وہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آجاتا تو آپ نہ صرف یہ کہ راستے سے ہٹ جاتے بلکہ پوری کوشش کرتے کہ اس شخص سے آمنا سامنا نہ ہو، لیکن وہ شخص وقفے وقفے سے آڑے آتا اور اللہ کے دشمنوں اور آپ رضی اللہ عنہ کے درمیان حائل ہو جاتا، جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اور کوئی راستہ دکھائی نہ دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر تلوار کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ شخص دو ٹکڑوں میں کٹ کر آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے گر گیا، وہ شخص ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ بن جراح تھے، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کو قتل نہیں کیا؛ بلکہ اس شرک کو قتل کیا جو والد کی شکل میں تھا، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی شان میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عنه أُولَئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (۱) (۲)

---

(۱) سورہ مجادلہ، ۲۲

(۲) عیسائیوں کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ میں سے جسے پسند فرمائیں ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ مال کے معاملے میں ہمارے درمیان جو اختلاف ہو گیا ہے وہ اس کا فیصلہ کر دے، مسلمان ہمارے درمیان پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم شام کو میرے پاس آنا میں تمہارے ساتھ ایک قوی اور حد درجہ امانت دار شخص کو کر دوں گا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں اس دن جلدی ظہر کی نماز کے لیے چلا گیا، میری یہ دلی خواہش تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوی اور امین کی جو صفت بیان فرمائی ہے کاش کہ اس کا موصوف میں نکلوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر کے بعد دائیں بائیں دیکھنا شروع کیا، جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ! ان عیسائیوں کے ساتھ جا کر جن معاملات میں ان میں اختلاف ہو گیا ہے ان کو فیصلہ حق کے ساتھ انجام دو'' (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

موجودہ دور میں شادی بیاہ کے بہت سے رسومات میں شرکت یا اہتمام حب فی اللہ وبغض فی اللہ نہ ہونے کی وجہ سے عام ہو رہے ہے، سماج کیا سمجھے گا، کیا کہے گا، کا اندیشہ ہر رسم کو رواج دے رہا ہے، اللہ اور اس کا رسول کیا کہے گا، انہیں کیا جواب دوں، انہیں کیا منہ دکھاؤں کا خوف ہی ختم ہو گیا۔[1]

سلطان ناصر الدین سبکتگین کا واقعہ

سلطان ناصر الدین ؒ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بے حد ادب واحترام سے لیتے، ان کے ایک وزیر کا نام محمد تھا، ایک دن اسے نام لے کر نہ پکارا بلکہ کہا: تاج الدین اِدھر آؤ اور یہ کام کردو! کام کرنے کے بعد محمد تین دن تک بادشاہ کی خدمت میں نہ آیا، تو سلطان نے کسی کو بھیج کر نہ آنے کی وجہ پوچھی تو وزیر نے عرض کیا: عالی جاہ جب آپ نے مجھے خلافِ عادت تاج الدین کہہ کر پکارا تو مجھے لگا میری کسی غلطی اور گستاخی کی وجہ سے آپ مجھ سے ناراض ہیں، اِس شرمندگی اور غم میں تین دن میں گھر میں پڑا رہا، سلطان ناصر الدین شفقت آمیز لہجے میں بولے اے عزیز! ایسی ناراضگی والی کوئی بات نہیں، اس وقت میں باوضو نہیں تھا، اِس لیے

---

[1] (گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے اپنے دل میں کہا: ابوعبیدہ مبارک ہو کہ صادق الامین نے تمہیں قوی اور امین کے خطاب سے نوازا، جنگ احد میں جب مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور مشرکین میں سے ایک بدبخت آواز دے رہا تھا: مجھے بتلاؤ محمد کہاں ہیں؟ تو اس سخت ترین موقعے پر ابوعبیدہؓ ان دس صحابہ کرام میں سے ایک تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیرے میں لے لیا، مشرکین کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب پھینکے جانے والے ہر تیر کو اپنے سینے پر روکتے، جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رباعی ٹوٹ چکے تھے، پیشانی زخمی ہو چکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زرہ کی دو کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھ میں پھنس چکی تھیں، ابوبکر صدیقؓ آگے بڑھے کہ ان دونوں کڑیوں کو نکالیں، ابوعبیدہؓ نے انھیں قسم دی کہ یہ کام میرے لیے چھوڑ دو، ابوعبیدہؓ کو ڈر تھا کہ اگر میں ان کڑیوں کو اپنے ہاتھ سے نکالوں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوگی، آپؓ نے اپنے ثنایا (پہلو کے دانت) سے مضبوطی سے پکڑ کر کھینچا جس سے ایک کڑی تو نکل گئی لیکن آپ کے دانت بھی ٹوٹ گئے، ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں ہمارے درمیان صرف ابوعبیدہؓ کو یہ شرف حاصل تھا کہ انھوں نے اپنے چار دانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راحت پہنچانے کے لیے شہید کر دیے۔

بغیر وضو محمد نام لینا مجھے بے ادبی لگا، اِس لیے تاج الدین کہہ دیا۔

سلطان محمود غزنوی ؒ کا واقعہ

مذکورہ سلطان ناصر الدین سبگتگین کے فرزند سلطان محمود غزنوی ؒ کے اپنے غلام ایاز کا ایک بیٹا تھا جس کا نام محمد تھا جو بادشاہ کی خدمت کے لیے مامور تھا ایک روز سلطان محمود غزنوی طہارت خانے میں آیا اور آواز دی ایاز بیٹے سے کہو کہ وضو کے لیے پانی لے کر آئے، ایاز شاہانہ مزاج سے خوب واقف تھا، بادشاہ کی بات سن کر پریشان ہوگیا کہ شاید میرے بیٹے سے کوئی گستاخی ہوگئی ہے جس کی وجہ سے بادشاہ سلامت ناراض اور ناخوش ہو گئے ہیں اِس لیے آج بیٹے کا نام لے کر نہیں پکارا، سلطان محمود وضو سے فارغ ہو کر جب باہر آیا تو اپنے عزیز غلام ایاز کو غمگین پایا، بادشاہ نے وجہ پوچھی، تو ایاز بولا عالم پناہ آج آپ نے غلام زادے کو نام لے کر نہیں بلایا، پتہ نہیں غلام زادے سے کیا غلطی ہوگئی، جس کی وجہ سے عالی جاہ ناراض ہو گئے، سلطان محمود سن کر مسکرایا اور کہا: ایاز! تم مطمئن رہو نہ تو صاحبزادے سے کوئی غلطی ہوئی ہے اور نہ ہی میں اس سے ناراض ہوں، آج صاحبزادے کو نام لے کر نہ بلانے کی وجہ یہ تھی کہ مجھے شرم آئی اور میں بے ادبی سمجھا کہ بے وضو میری زبان سے رحمتِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی ادا ہو۔ (۱)

حضرت جی مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم کا ادب

سنہ ۱۹۹۱ء کی بات ہے کہ حضرت جی دامت برکاتہم نے درالسکینہ جھنگ صدر میں جمعہ پڑھایا اور بچوں کی تربیت کے عنوان پر بیان فرمایا اور بغیر نام لیے ایک بچے کا واقعہ فرمایا کہ ایک شہر میں ایک بچہ تھا جس کے والدین بڑے نیک تھے جنہوں نے بچے کی بہت اچھی تربیت کی. پرائمری اسکول میں بچوں کا فنکشن ہوا جس میں ذہین بچوں کے ذمے مختلف

---

(۱) کتابوں کی درسگاہ میں، ۳۲

چیزیں لگا دی گئیں، مذکورہ بچے کے ذمے الطاف حسین حالی کی نعت لگائی گئی، فنکشن میں بچے نے نعت پڑھی :

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے　　　مرادیں غریبوں کی برلانے والے

اس نے والا کی جگہ والے پڑھا، آخر میں ڈی سی صاحب نے تقریر کی اور بچے کی سرزنش کے ساتھ ساتھ استاد صاحب کی بھی خبر لی کہ بچے نے والا کی جگہ والے کیوں پڑھا؟ (حالانکہ بچے نے ایسا ادب کی وجہ سے کیا تھا) پھر ایک دن استاد صاحب نے بچوں سے کلاس روم میں جنرل نالج کے سوال پوچھنے شروع کیے تو مذکورہ بچے سے پوچھا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کا کیا نام ہے؟ بچہ خاموش، دوسری مرتبہ پھر پوچھا لیکن جواب ندارد. پھر پوچھا کہ تمھیں پیغمبر ﷺ کا نام آتا ہے تو اس نے کہا ہاں لیکن نام نہیں بتایا، جواب نہیں دیا، استاد حیران کہ بچہ مذہبی گھرانے کا ہے نام بھی آتا ہے لیکن بتاتا نہیں، اس پر استاد غصہ کھا گئے اور فنکشن میں بے عزتی والا غصہ بھی نکالنا باقی تھا، خوب سزا دی ، اتنے میں تفریح کی گھنٹی ہوئی تو کلاس ختم، استاد نے غصے میں کہا کہ تفریح کے بعد دوبارہ سنوں گا، نہ آیا تو اور ماروں گا، ساری زندگی محبوب ﷺ کا نام بغیر وضو نہیں لیا، بچہ اٹھ کر کلاس کے باہر جا کر ہاتھ منہ دھو کر واپس کلاس میں آتا ہے، تفریح کی گھنٹی ختم ہوئی تو استاد صاحب دوبارہ پوچھا کہ بتاؤ پیغمبر ﷺ کا نام کیا ہے؟ بچہ نے اسی وقت بتا دیا کہ حضرت محمد ﷺ ، پہلے یہ بچہ مار کھاتا رہا؛ لیکن نام نہیں بتایا اور اب جھٹ سے بتا دیا، استاد نے بچے کو پاس بلایا اور نہایت شفقت اور مہربانی سے پوچھا تو بچہ رونے لگا اور بتایا کہ پہلے جب آپ نے محبوب ﷺ کا نام پوچھا تھا تو اس وقت میرا وضو نہیں تھا اور میرے ابو نے مجھے یہ نصیحت کی ہوئی ہے کہ بیٹے جب محبوب ﷺ کا نام

لینا تو وضو کے ساتھ لینا بغیر وضو نہ لینا، پہلے میرا وضو نہیں تھا اور اب میں وضو کر کے آیا ہوں۔(۱)

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس ایک دفعہ مدینہ منورہ کے حکام میں سے کسی نے ایک پنکھا بطور ہدیہ بھیجا جس کی ایک طرف لکھا تھا ''یہ آپ کے لیے ایسا خاص تحفہ ہے کہ آج سے پہلے ایسا نایاب تحفہ آپ کو نہ تو کسی نے بھیجا اور نہ ہی کسی نے آپ کے والد کو اور نہ ہی کسی بادشاہ کو بھیجا ہوگا'' یہ پڑھ کر سلطان صلاح الدین ایوبی کو بہت زیادہ غصہ آگیا، بادشاہ کا غصہ دیکھ کر قاصد نے عاجزی سے عرض کیا: بادشاہ سلامت آپ غصہ فرمانے سے پہلے برائے مہربانی ایک بار دوسری طرف کو بھی پڑھ لیں اور غصہ نہ کریں، سلطان صلاح الدین ایوبی نے پنکھے کو دوسری طرف الٹ کر پڑھا تو وہاں دو ایمان افروز شعر لکھے ہوئے تھے۔:

میں نخلستان مدینہ کا پنکھا ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کا ہمسایہ ہوں کہ ساری مخلوق اِس کی زیارت کے لیے آتی ہے، میں نے اِسی قبر مبارک کے زیر سایہ پرورش پائی حتی کہ اس کی برکت کی وجہ سے میں سلطان صلاح الدین کے لیے راحت پر مقرر ہوا، یہ پڑھنے کی دیر تھی کہ بے ساختہ سلطان بول اٹھا : خدا کی قسم! تو نے سچ کہا۔

عقیدت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلطان کی خوشی کی انتہا نہ رہی ، سلطان عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ادب احترام میں پنکھے کو اپنی آنکھ پر رکھ لیا اور آنکھوں سے عقیدت و احترام سے خوشی کے آنسوؤں بہنے لگے ۔

جب کہ بادشاہِ وقت کو خزانوں کی کمی نہ تھی ایک پنکھا کیا حیثیت رکھتا مگر عشق و محبت کی بات تھی۔

---

(۱) مولانا شیخ محمد شریف ایرانی صاحب نے حضرت جی سے پوچھا کل بیان میں جس بچے کا واقعہ آیا وہ کون تھا؟ حضرت جی مدظلہ نے ارشاد فرمایا : مولانا! بعض باتیں راز میں رہیں تو بہتر ہوتی ہیں ،کتاب : عشق رسول اور علمائے حق ،از افادات : مولانا محمد جعفر صاحب، خلیفہ مجاز حضرت مولانا شیخ ذوالفقار احمد نقشبندی، جھنگ، پاکستان۔

سیرت کے تذکرے سے صحت وزیارتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بصیرت افروز واقعہ

امام بوصیری (۱) ایک مصری شاعر جو مصر کے ایک گاؤں بوصیری میں ابن حناء کی سرپرستی میں شاعرانہ کلام لکھنا سیکھا، سلسلہ شاذلیہ میں ابو العباس احمد المراسی خلیفہ ابو الحسن شاذلی سے بیعت تھے، اپنے زمانے کے متبحر عالم دین، شاعر اور شہرۂ آفاق ادیب تھے۔

اللہ رب العزت نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا، امراء اور سلاطین وقت ان کی بہت قدر ومنزلت کرتے تھے، ایک روز جارہے تھے کہ سر راہ اللہ کے ایک نیک بندے سے آپ کی ملاقات ہوگئی، انہوں نے آپ سے پوچھا : بوصیری! کیا تمہیں کبھی خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے؟ اس کا آپ نے نفی میں جواب دیا؛ لیکن اس بات نے ان کی کایا پلٹ دی اور دل میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق ومحبت کا جذبہ اس قدر شدت اختیار کرگیا کہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال میں مستغرق رہتے اور اسی دوران کچھ نعتیہ اشعار بھی کہے۔

اچانک ان پر فالج کا حملہ ہوا جس سے ان کا آدھا جسم بیکار ہوگیا، وہ عرصہ دراز تک اس عارضے میں مبتلا رہے اور کوئی علاج کارگر نہ ہوا، اس مصیبت و پریشانی کے عالم میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال گزرا کہ اس سے پہلے تو دنیاوی حاکموں اور بادشاہوں کی قصیدہ گوئی کرتا رہا ہوں کیوں نہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر اپنی اس مرضِ لادوا کے لئے شفاء طلب کروں؟ چنانچہ اس بیماری کی حالت میں قصیدہ لکھا، رات کو سوئے تو مقدر بیدار ہوگیا اور خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب

(۱) شرف الدین ابوعبد اللہ محمد بن سعید بن حماد بن محسن بن عبد اللہ الصنہاجی، ولادت یکم شوال ۶۰۸ھ یا ۶۱۰ھ مطابق ۱۲۱۱ء یا ۷ مارچ ۱۲۱۳ء، نسلاً بربر تھے، مصر میں پیدا ہوئے "بوصیر" میں سکونت کی وجہ سے بوصیری کے لقب سے مشہور ہوئے، ۱۳ برس کی عمر میں حفظ قرآن کی تکمیل کرلی، متداول اسلامی علوم کی تحصیل کرکے تھوڑے ہی عرصہ میں مجالسِ علم وفن میں کافی شہرت پائی تھی،، وفات میں اختلاف ہے ۶۹۴ھ، یا ۶۹۵ھ، یا ۶۹۶ھ، مطابق ۱۲۹۴ء میں اسکندریہ میں وفات ہوئی، فسطاط میں امام شافعی کے قرب میں مدفون ہیں۔

ہوئے، عالم خواب میں پورا قصیدہ آقائے کائنات ﷺ کو پڑھ کر سنایا، آپ ﷺ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے اس درجہ خوش ہوئے کہ اپنی چادر مبارک ان پر ڈالی اور پورے بدن پر اپنا دستِ شفاء پھیرا جس سے دیرینہ بیماری کے اثرات جاتے رہے اور آپ فوراً شفایاب ہو گئے، اگلے دن صبح صبح آپ اپنے گھر سے نکلے اور سب سے پہلے جس سے آپ کی ملاقات ہوئی وہ اس زمانے کے مشہور بزرگ حضرت شیخ ابو الرجاء تھے، انہوں نے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو روکا اور درخواست کی کہ وہ قصیدہ جو آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی مدح میں لکھا ہے مجھے بھی سنا دیں۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کونسا قصیدہ؟ انہوں نے کہا: وہی قصیدہ جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍم بِذِیْ سَلَم مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُّقْلَۃٍ بِدَم

''کیا تو نے مقام ذی سلم کے ہمسایوں کی یاد میں آنسوؤں کو جو تیری آنکھ سے جاری ہیں خون سے ملا دیا ہے''؟۔

میں نے حیرت میں ڈوب کر عرض کی اے شیخ ابوالرجاء! مِنْ اَیْنَ حَفِظْتَھَا''

''یہ قصیدہ آپ نے کہاں سے یاد کیا ہے''؟ شیخ صاحب نے فرمایا کہ خدا کی قسم جب آپ یہ قصیدہ آقائے دو جہاں ﷺ کو سنا رہے تھے تو میں بھی اسی مجلس میں ہمہ تن گوش اسے سن رہا تھا، اور آقا ﷺ سن کر اظہارِ پسندیدگی سے جھوم رہے تھے۔

میں نے یہ سن کر علی الفور قصیدہ ان کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا، شہر بھر میں خبر مشہور ہوگئی، حضرت امام بوصیری کے ساتھ اس معجزہ کی وجہ سے یہ قصیدہ بہت متبرک سمجھا گیا، اسے وہ شہرتِ دوام ملی کہ آج تک اس کا تذکرہ زبان زد خاص و عام ہے اور اس سے حصولِ برکات کا سلسلہ جاری ہے۔(۱)

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(۱) علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ، عصیدۃ الشد شرح قصیدۃ البردۃ ※ ر نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، صفحہ ۲۴۵ زم زم پبلشر کراچی۔ حکیم الامت اشرف علی تھانوی

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجىٰ شَفَاعَتُهُ لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

وَ مُنْذُ أَلْزَمْتُ أَفْكَارِيْ مَدَائِحَه وَ جَدْتُهُ لِخَلَاصِى خَيْرَ مُلْتَزِمِ

’’آپ خدائے تعالیٰ کے وہ محبوب ہیں کہ مصیبتوں میں ہر ایک سخت مصیبت میں آپ کی شفاعت کی توقع کی جاتی ہے‘‘۔

’’میں نے جب سے اپنے افکار کو حضور علیہ السلام کی نعمت کے لئے لازم یا وقف کر دیا ہے تب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی نجات کا بہترین معاون پایا‘‘۔

ذکرِ حبیب کی برکت سے امام بصیری کن نعمتوں سے نوازا گیا:

۱۔ دنیوی شاہوں کے مداحوں سے شہنشاہِ دو جہاں کے مداحوں میں سرِفہرست شمار کیا گیا۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ظاہری انعام ’’چادر‘‘ نصیب ہوئی، جس کی نسبت رہتی دنیا تک قبولیت میسر ہوئی۔

۴۔ سخت بیماری سے صحت ملی۔

۵۔ وقت کے اولیاء کی نظر میں بھی محبوبیت ملی۔

فائدہ: ۱۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ سے خوش ہو کر اپنی چادر مبارک ان کے بیمار جسم پر ڈالی تھی اور پھر اپنا دست شفاء بھی پھیرا تھا جس کی برکت سے وہ فوراً شفاء یاب ہوئے لہٰذا اس چادرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے اس قصیدہ کا نام ’’قصیدہ بردہ‘‘ مشہور ہوا۔

۲۔ برکاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج بھی جاری و ساری ہیں اور جس نے اس قصیدہ کو درمان طلبی کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا اللہ رب العزت نے اسے بامراد کیا۔ اس کی برکت سے بہت سوں کو فالج سے صحت یابی اور آشوب چشم کی شدت سے نجات ملی اس طرح بہت سے دیگر پریشان حال لوگوں کے دنیوی و دنیاوی امور آسان ہوئے۔

۳۔ آپ کا مجموعہ کلام ’’دیوان بوصیری‘‘ کئی مرتبہ مصر میں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے علاوہ ازیں انگریزی، فرانسیسی، اطالوی، ہسپانوی اور ترکی ترجمے ہو چکے، دنیا کے بڑے

بڑے اہلِ علم آپ کے شاعرانہ کمالات اور ادبی مہارت کے معترف ہیں، امام جلال الدین سیوطی، ابن العماد حنبلی، ابن شاکر کتبی کے علاوہ مستشرقین کے نکلسن اور آربری بھی آپ کے مداح ہیں، یقیناً اس قصیدے کی نظیر نہ ماضی میں تھی اور نہ مستقبل میں ممکن ہے، لاتعداد قصائد اس کی طرز اور اسلوب پر لکھے گئے مگر کوئی بھی قصیدہ بردہ کے مقام کو ذرہ برابر بھی نہ پاسکا۔

سیرت کا تذکرہ قربِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذریعہ مولانا جامی کا واقعہ

ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرب حبیب نصیب ہونے کا مثالی واقعہ ہے کہ مولانا جامی (۱) نعت شریف لکھنے کے بعد جب حج کیلئے تشریف لے گئے ارادہ تھا کہ روضہ اقدس کے پاس کھڑے ہوکر اس نعت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کریں گے، حج سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا، امیرِ مکہ کو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امیر مکہ اس شخص (حضرت عبدالرحمن جامی) کو مدینہ طیبہ کی جانب آنے سے روکو، گورنر مکہ نے تمام سرحدوں پر پہرے لگا دیئے، حضرت عبدالرحمن جامی چھپ کر مدینہ طیبہ کی جانب چل پڑے، ترکی قافلے کو اپنے ساتھ لے جانے کہا قافلے نے چند سکوں کے عوض مدینہ منورہ ساتھ لے جانے پر رضامند ہوگئے، قافلہ جب مدینہ پاک کی سرحد پر پہنچا تو سکیورٹی پر مامور پہرہ داروں نے انہیں واپس عراق کی طرف کر دیا، دوبارہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کیساتھ چل پڑے، مدینہ کے قریب سرحد پر ایک نقاب پوش گھڑسوار نے پکڑ کر گورنر کے حکم پر قید خانے میں ڈال دیا، اسی رات گورنر مکہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، فرمایا کہ: تم نے جامی کو قید میں کیوں ڈالا؟ وہ کوئی مجرم نہیں ہے، فوراً

---

(۱) مولانا جامی کی ولادت بروز بدھ ۲۳ شعبان المعظم ۸۱۷ھ مطابق 7 نومبر، 1414ء بوقت عشاء جام کے موضع خرجرد میں ہوئی جو اب افغانستان کے صوبہ غور میں واقع ہے، مولانا جامی کے والد احمد بن محمد (مولانا جامی کے جد امجد) کے عقد میں امام محمد بن حسن شیبانی کی اولاد سے ایک صاحبزادی تھیں، جن کے بطن سے مولانا جامی کے والد احمد بن محمد پیدا ہوئے، نظم ونثر کی ۴۹ تصانیف ہیں، دائرہ المعارف الاسلامیہ: ۵۸/۷ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء)

رہا کرو، اگر عبدالرحمن جامی مدینہ آیا تو مصافحہ کے لیے روضہ سے دست باہر آنا پڑے گا۔(۱)

فائدہ: ذکرِ حبیب سے قربِ حبیب نصیب ہونے کی واضح مثال ہے ،مولانا جامی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نعت گوئی پرکس قدر محبت سے نوازا گیا،نعت اپنے گاؤں میں کہی مدینہ والے کو رب نے اطلاع کردی ،آنے کی خبر پر گورنر کے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر محبت و تعلق کا اظہار فرمایا۔(۲)

شیخ احمد کبیر رفاعی کا ایک واقعہ

سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ (۳) جو عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر ہیں، انہوں نے

---

(۱) آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا۔

(۲) تنم فرسودہ جاں پارہ ز ہجراں یا رسول اللہ
دِلم پژمردہ آوارہ زِ عصیاں یا رسول اللہ

چوں سوئے من گزر آری مَن مسکیں زِنا داری
فدائے نقشِ نعلینت کُنم جاں یا رسول اللہ

زِ کردہ خویش حیرانم سِیاہ شد روز عصیانم
پشیمانم پشیمانم پشیماں یا رسول اللہ

زِجامِ حُبّ تو مستم بہ زنجیرِ تو دِل بستم
نمی گویم کہ من ہستم سُخن داں یا رسول اللہ

چوں بازوئے شفاعت را کُشائی بر گُناہ گاراں
مکُن محرومِ جامی را درا آں یا رسول اللہ

زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی زمحروماں چرا فارغ نشینی

بروں آور سراز بردیمانی کہ روئے تست صبحِ زندگانی
شبِ اندوہ مارا روز گرداں زرویت روز ما فیروز گرداں

بہ تن در پوش عنبر بوئے جامہ بہ سر بر بند کافوری عمامہ
ادیم طائفی نعلین پاکن شراک از شتۂ جانہائے ماکن

(۳) چھٹی صدی ہجری کے ربانیین میں شیخ کبیر سید احمد کبیر رفاعیؒ ہیں ،سیدنا حسینؓ کی اولاد سے ہیں، مسلکاً شافعی ہیں، یکم رجب ۵۱۲ھ مطابق یکم نومبر 1118ء کو بمقام اُم عبیدہ قصبہ حسن میں پیدا ہوئے، اس وقت مسترشد باللہ عباسی کا عہد خلافت تھا، سات سال کی عمر میں والد ماجد سید علی ہاشمی کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، شیخ سید منصور بطائحی حقیقی ماموں کی پرورش رہی ،بیس سال کی عمر شیخ ابوالفضل علی واسطیؒ نے علوم شریعت وطریقت کی اجازت، خرقہ وخلعت خلافت سے بھی نواز دیا، قناعت وشکر کا یہ حال تھا کہ کبھی اپنے پاس دو قمیصیں نہ رکھتے تھے، جب قمیص دھونے کی ضرورت پیش آتی تو دریا میں خود ہی اُتر کر صاف کرتے، دھوپ میں کھڑے ہو کر خود ہی سوکھاتے،(بقیہ اگلے صفحہ پر)

۵۵۵ھ میں جب حج کیا اور روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو عرض کیا :السلام علیک یا جدّي (دادا جان السلام علیک) جواب مسموع ہوا وعلیک السلام یا ولدی (بیٹا! وعلیک السلام) اس پر ان کو وجد ہوا اور بے اختیار یہ اشعار زبان پر جاری ہوئے۔

فِي حَالَةِ الْبُعْدِ رُوحِي كُنتُ أُرْسِلُهَا ... تُقَبِّلُ الْأَرْضَ عَنِّي فَهِيَ نَائِبَتِي

وَهَذِهِ نَوْبَةُ الْأَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ ... فَامْدُدْ يَمِينَكَ كَيْ تَحْظَى بِهَا شَفَتِي

جب ہم دور تھے تو اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر بھیج دیا کرتے تھے وہ روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر زمین بوس ہو جایا کرتی تھی، اب جسم کی باری آتی ہے، ذرا اپنا دست مبارک بڑھائیے؛ تاکہ میرا لب اس سے بہرہ ور ہو سکے اور ہونٹوں کو (بوسہ) کی دولت نصیب ہو جائے۔

علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے نقل کیا ہے کہ روضۂ اقدس کے اندر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نہایت نورانی ہاتھ ظاہر ہوا، انہوں نے دوڑ کر بوسہ دیا اور بے ہوش ہو گئے، بس ہاتھ غائب ہو گیا۔ "فَخَرَجَتِ الْيَدُ الشَّرِيفَةُ مِنَ الْقَبْرِ الشَّرِيفِ فَقَبَّلَهَا" (۱)

مگر کیفیت یہ ہوئی کہ تمام مسجد نبوی میں نور ہی نور پھیل گیا، ایسا نور کہ اس کے سامنے آفتاب کی بھی حقیقت نہ تھی، اور واقعی آفتاب کی، اس نور کے سامنے کیا حقیقت ہوتی، ایک

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) خدمت خلق کا جذبہ اس قدر تھا کہ خود جنگل جاتے، لکڑیاں اُٹھا کر لاتے اور بیوگان ومساکین اور غربا کے گھروں میں پہنچاتے، اُن گھروں میں پانی بھر دیتے تھے، بستی میں کسی کی بیماری کا حال سنتے اگر چہ وہ دور کا ہوتا، اُس کی عیادت اور خبر گیری کے لیے جاتے۔ جب کسی بوڑھے کو دیکھتے تو اُس کے محلے والوں کے پاس جاتے اور اُس بوڑھے شخص کے بارے میں نصیحت فرماتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے سفید بال والے مسلمان کی تعظیم وعزت کی اللہ رب العزت بڑھاپے میں اُس کی عزت وتعظیم کرنے والا مقرر فرمائے گا، پیٹ کے مہلک مرض کی وجہ سے مہینہ بھر صاحب فراش رہے اور پھر یہی بیماری مرضِ الموت کی شکل اختیار کر گئی۔ بالآخر 66 رسال کی عمر میں 12 رجمادی الاولیٰ 578ھ کو دنیا سے رخصت کر گئے۔

(۱) الحاوی للفتاوی: ۲/۳۱۴، علامہ جلال الدین سیوطیؒ

بزرگ سے جو کہ اس واقعہ میں حاضر تھے کسی نے پوچھا کہ آپ کو رشک تو بہت ہوا ہوگا، فرمایا ہم تو کیا اس وقت ملائکہ کو بھی رشک تھا کہ ہمیں بھی یہ دولت نصیب ہوتی ۔(١)

حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے روضہ سے جواب

''الجمعیۃ، شیخ الاسلام نمبر'' میں مذکور ہے: مشہور عالم اور بزرگ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی مرحوم نے بیان فرمایا کہ ایک بار زیارتِ بیت اللہ سے فراغت کے بعد دربارِ رسالت میں حاضری ہوئی تو مدینہ طیبہ کے دورانِ قیام مشائخِ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ امسال روضہ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا ہے، ایک ہندی نوجوان نے جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر صلاۃ وسلام پڑھا تو دربارِ رسالت سے ''وعلیکم السلام یا ولدي'' کے پیارے الفاظ سے اس کو جواب ملا۔ اس واقعہ کو سن کر قلب پر ایک خاص اثر ہوا۔ مزید خوشی کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ سعادت ہندی نوجوان کو نصیب ہوئی ہے، دل تڑپ اٹھا اور اس ہندی نوجوان کی جستجو شروع کی؛ تاکہ اس محبوبِ بارگاہِ رسالت کی زیارت سے مشرف ہو سکوں اور خود اس واقعہ کی بھی تصدیق کرلوں، تحقیق کے بعد پتا چلا کہ وہ ہندی نوجوان سید حبیب اللہ مہاجر مدنی رحمہ اللہ کا فرزندِ ارجمند ہے۔ گھر پہنچا ملاقات کی، تنہائی پا کر اپنی طلب وجستجو کا راز بتایا، ابتدا میں خاموشی اختیار کی، لیکن اصرار کے بعد کہا: ''بے شک جو آپ نے سنا وہ صحیح ہے۔'' یہ نوجوان تھے مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ''۔(٢)

حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ نے درسِ ختمِ بخاری شریف جامع مسجد سورتی، رنگون، برما میں حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''میں نے پڑھا ہے اور اپنے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ آپ روضۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوئے، سلام پڑھا ''الصلاۃ والسلام علیک یا

---

(١) خطبات حکیم الامت: ١٤/ ٢٠٢

(٢) الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ٩٤:

رسول الله"۔روضۂ اقدس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا:"وعلیک السلام یاولدي"۔(۱)

ایک ضروری وضاحت

اگرچہ بعض ظاہر پرست اور تصوف سے دلچسپی نہ رکھنے والے علماء نے شیخ رفاعی نے اس واقعہ کا انکار کیا ہے؛لیکن محققین علماء نے اس واقعہ کی صحت پر شبہ نہیں کیا ہے، ہمارے اکابر میں حضرت تھانوی نے اشرف الجواب میں اسی طرح مفتی عبدالرحیم لاجپوری ؒ نے فتاویٰ رحیمیہ میں اس واقعہ کو علامہ جلال الدین سیوطی کا رسالہ"شرف مختتم" کے حوالے سے سند کے ساتھ نقل کیا،اور علّامہ صفوری الشافعیؒ نے تو لکھا ہے:

"ولاإنكار في ذلک فإنَّ إنكار ذلک يؤدّي إلى سوء الخاتمة والعياذ بالله و إن كرامات الأولياء حق ، والنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حي في قبره سميع بصير منعم فی قبره"۔(۲)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ نے فضائل حج میں"البنیان المشید" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا،جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کی زیارت کی، جن میں حضرت محبوبِ سبحانی،قطبِ ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔(۳) سید الرسل وخاتم الانبیاء،سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبرِ مبارک میں حیات ہیں، درود وسلام پڑھنے والوں کے درود وسلام کا جواب دیتے ہیں، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ دنیوی میں خرق عادت کے طور پر چند امور بطورِ معجزہ ظاہر ہوئے ہیں، اسی طرح حیاتِ برزخیہ میں اس طرح

(۱) ماہنامہ الفاروق ذوالقعدہ 1437ھ

(۲) نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس: ۱/ ۱۹۰

(۳) فضائل حج ۱۹۷: ،آداب زیارت

کے واقعات صادر ہوں تو یہ نہ عقلاً ممتنع ہے اور نہ ہی شرعاً، نیز اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اولیاء کی کرامات حق ہیں، لہٰذا اگر اللہ کے کسی ولی کے لیے خرقِ عادت کے طور پر روضہ اقدس سے سرورِ کائنات حضرت رسولِ مقبول محمد ﷺ کا دستِ مبارک باہر آئے، یا آپ کے روضہ اقدس سے کسی کے سلام کا بلند آواز سے جواب دیا جائے تو یہ ممکن ہے، اس قسم کے ایک نہیں کئی واقعات موجود ہیں، جن کو اہلِ علم نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

سید نور الدین ایجی شریف عفیف الدین رحمہ اللہ کے والد ماجد کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ روضہ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا "السلام علیک أیها النبي ورحمة الله وبركاته" تو سارے مجمع نے جو وہاں حاضر تھا سنا کہ قبر شریف سے "وعلیک السلام یا ولدي" کا جواب ملا۔

"وَفِي مُعْجَمِ الشَّيْخِ برهان الدين البقاعي قَالَ: حَدَّثَنِي الْإِمَامُ أبو الفضل بن أبي الفضل النويري أَنَّ السيد نور الدين الإيجي وَالِدَ الشريف عفيف الدين لَمَّا وَرَدَ إِلَى الرَّوْضَةِ الشَّرِيفَةِ وَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ سَمِعَ مَنْ كَانَ حَضَرَ قَائِلًا مِنَ الْقَبْرِ يَقُولُ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا وَلَدِي". (١)

شیخ ابونصر عبد الواحد بن عبد الملک بن محمد بن ابی سعد الصوفی الکرخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد زیارت کے لیے حاضر ہوا، حجرہ شریفہ کے پاس بیٹھا تھا کہ شیخ ابوبکر دیار بکری رحمہ اللہ تشریف لائے، اور مواجہ شریفہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا "السلام علیک یا رسول الله" تو میں نے حجرہ شریفہ کے اندر سے یہ آواز سنی "وعلیک السلام یا أبابكر" اور ان سب لوگوں نے جو اس وقت حاضر تھے اس کو سنا۔

"وَقَالَ الْحَافِظُ محب الدين بن النجار فِي تَارِيخِهِ: أَخْبَرَنِي أبو أحمد داود بن علي بن هبة الله بن المسلمة أَنَا أبو الفرح المبارك

---

(١) الحاوی للفتاوی ٢: ٣١٤/٢۔

بن عبد الله بن محمد بن النقور قَالَ: حَكَى شَيْخُنَا أبو نصر عبد الواحد بن عبد الملك بن محمد بن أبي سعد الصوفي الكرخي قَالَ: حَجَجْتُ وَزُرْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ الْحُجْرَةِ إِذْ دَخَلَ الشَّيْخُ أبو بكر الدياربكري وَوَقَفَ بِإِزَاءِ وَجْهِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ دَاخِلِ الْحُجْرَةِ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا أبا بكر، وَسَمِعَهُ مَنْ حَضَرَ"(۱)

لہٰذا اس طرح کے واقعات کا ظہور کوئی اَن ہونی بات ہے، نہ ہی ناممکن ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں بے شمار معجزات عطا فرمائے، دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی بطورِ معجزہ کسی خرقِ عادت کا ظہور اہلِ سنت والجماعت کے ہاں باعثِ تعجب یا انکار نہیں ہے، بلکہ یہ محبت اور دلی شوق کی باتیں ہیں، اللّٰهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه!

سیرت کا تذکرہ وبا ختم ہونے کا ذریعہ نشر الطیب کی وجہ تالیف

عظمتِ رسول کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کا ذکرِ خیر سراسر خیر وبرکت کا ذریعہ ہے، عارف باللہ حضرت شاہ حکیم اختر صاحب علیہ الرحمۃ نے اس ضمن میں حضرت تھانویؒ کی تصنیف لطیف "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" کا واقعہ نقل فرمایا ہے جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل پر اس کتاب کو لکھ رہے تھے اس زمانہ میں تھانہ بھون میں طاعون پھیلا ہوا تھا جس دن کتاب لکھتے قصبہ میں کوئی موت نہیں ہوتی تھی اور جس دن ناغہ ہوتا اس دن کئی اموات ہو جاتی تھیں، جب حضرت کو مسلسل یہ روایت پہونچی تو آپ روزانہ لکھنے لگے تو وہاں طاعون ختم ہوگیا۔(۲)

یہ بات اس سے مستنبط ہوتی ہے کہ پہلے مدینہ کی آب وہوا اچھی نہ تھی، قسم قسم کی وباؤں

---

(۱) الحاوی للفتاوی،2/314

(۲) نشر الطیب ۷:۔

سے متاثر ،ہجرت کے بعد اکثر مہاجرین بیمار ،بیماری میں کوئی اپنا وطن مکہ مکرمہ کو یاد کر کے پر درد لہجے میں اشعار پڑھتے ،کوئی آخرت کو یاد کرتا ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی "الٰہی! مدینہ کو بھی ہمارے لئے ویسا ہی محبوب کر دے جیسا کہ مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے، الٰہی! ہمارے "صاع" اور "مد" میں برکت دے، مدینہ کو ہمارے لئے صحت بخش بنا دے اور یہاں کے بخار کو "جحفہ" میں منتقل کر دے" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا حرف بحرف مقبول ہوئی ،مدینہ سے ایسا لطف کہ مکہ کی سکونت کا نام تک نہیں لیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں دکھلا دیا کہ مدینہ کی وبائیں مدینہ سے دفع ہو گئیں اور مدینہ کی آب و ہوا صحت بخش ہو گئی۔

جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا اثر ظاہر ہوا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے ذکر کا اثر بھی ظاہر ہوتا ہے، ابو زید مروزی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا کہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے فرمایا :ابو زید! تم امام شافعیؒ کی کتاب کا درس کب تک دو گے؟ میری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے؟ میں نے عرض کیا حضور! آپ کی کون سی کتاب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : محمد بن اسماعیلؒ کی جامع صحیح ،بقول حافظ ابن کثیرؒ پریشانی خوف و دشمن، سختی، مرض، قحط سالی اور دیگر بلاؤں میں بخاری شریف کا پڑھنا تریاق کا کام دیتا ہے، ایک محدث نے اس کتاب کو ایک سو بیس مرتبہ مختلف مقاصد کے لیے پڑھا اور ہر مرتبہ ان کو کامیابی ملی۔

سیرت کے تذکرے سے اخلاقی تربیت

سیرت ایک اہم فائدہ اخلاقی تربیت ہے، اخلاق کی درستگی کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں، سب سے عمدہ شکل ایک مجسمۂ اخلاق شخصیت کی عملی زندگی کو سامنے رکھنا ،پیغمبر اخلاق کی سیرت آدمی کی اخلاقی تربیت کا ذریعہ بنتا ہے، قریش مکہ نے آپ کو ہر طرح سے ستانے، ظلم و ستم کا ہر حربہ آزمانے کے باوجود فرمایا: میں وہی کہتا ہوں جو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے

بھائیوں سے کہا تھا: لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔(۱) اور ان کے لیے دعا فرمائی :الٰہی! تُو نے قریش کو ابتدا میں سزا دی ہے، اب ان کو آخر میں اپنی نعمتوں سے نواز۔

ہند بنتِ عتبہ حاضر ہوتی ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش کا مُثلہ کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کچھ بھولا کر چشم پوشی فرماتے ہوئے بیعت فرما لیا، ایک لفظ بھی شکوے کا زبانِ اقدس پر نہ لائے، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صفت نمایاں ہوتی ہے کہ اپنی ذات کے لیے کبھی بدلہ نہیں لیا۔

البتہ حقوق اللہ کی پامال میں کسی طرح کی رعایت نہ فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب شخصیت کا محبوب بیٹا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما مخزومیہ خاتون کی سفارش کی جس کے چوری کرنے پر حد واجب ہو گئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے ساقط کرنے کی سفارش کر رہے ہو، اللہ کی قسم اگر، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نہایت محترم خاتون حضرت فاطمہؓ کا نام لیا، فلاں بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا، تم سے پہلی قومیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ ان میں اگر کوئی معزز شخص چوری کر لیتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور اگر کسی کمزور شخص سے یہ جرم سرزد ہوتا تو وہ اس پر حد جاری کرتے۔

تذکرۂ سیرت کے مزید فوائد

سیرت کی برکت سے مسلمان کے اندر حکمت و بصیرت آجاتی ہے جس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمان اپنی زندگی میں نقصانات سے محفوظ رتاہے، سیرت طیبہ کو سننے سے مسلمان کو خیر کی راہ میں پیش آنے والے مصائب اور تکالیف پر صبر کرنے کا حوصلہ ملتا ہے، مکی زندگی ایسی ہی تکالیف کو برداشت کرنے اور صبر کرنے کا نام ہے۔

سیرت کے واقعات واحوال سے اسباق ونکات نکالا جاتا ہے، سیرت کا ہر واقعہ

---

(۱) یوسف ۹۲:

بے پناہ اسباق رکھتا ہے، اصحاب بصیرت سیرت سے عبرت و نصیحت کے بے شمار پہلو نکالتے ہیں، مکی زندگی کا پیغام، مدنی زندگی سے الگ ہے، واقعۂ ہجرت عبر و نصائح سے معمور ہے، سیرت کے ذریعہ موجودہ مسائل کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔

دعوتِ دین کے نبوی طریق کار سے واقفیت ہوتی ہے، نبوت کے ابتدائی تین سالوں کے دوران آپ ﷺ کی خفیہ دعوت، اعلانیہ دعوت کا آغاز، دعوت کی راہ میں آپ کی مشکلات، نیز اسالیب دعوت سے واقفیت، آپ ﷺ کی دعوت میں حکمت و دور اندیشی، زمان و مکان کے فرق سے حکمتِ عملی کا بدلنا، مدعو کے لحاظ سے اسالیب کا بدل جانا، آپ ﷺ کے طریقۂ دعوت میں پانچ خصوصیات نمایاں نظر آتی ہیں (۱) داعی کا اپنے کام میں حد درجہ اخلاص کا اہتمام کرنا، دعوتی عمل صرف رضائے الٰہی کی خاطر ہونا (۲) داعی کا شریعت کے ضروری علم سے واقفیت ہونا (۳) دعوت میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی عظمت وقدرت پر زیادہ زور دینا (۴) مدعو کے ساتھ حد درجہ شفقت و رحمت کا معاملہ کرنا، گفتگو کا لب ولہجہ نرم ہونا (۵) ہر شخص اور ہر موقع کے لیے مناسب دعوتی اسلوب اپنانا۔

رسول اللہ ﷺ کی عبادت ومعاشرت سے واقفیت ہوتی ہے، مثلاً: آپ ﷺ کا عبادات ومعاشرت میں اخلاص کا حد درجہ اہتمام فرمانا، عبادات میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا، نفس پر طاقت سے زائد بوجھ نہ ڈالنا، عبادات میں سنت کے التزام اور بدعات سے اجتناب کی تلقین، عبادات پر مداومت، تین صحابہ ؓ کا ہمیشہ روزہ رکھنے، شادی نہ کرنے، راتوں کی عبادت پر قسم کھانے پر آپ ﷺ کی تنبیہ کا واقعہ مشہور ہے۔

سیرت سے یہود و نصاریٰ کی سازشوں سے جانکاری حاصل ہوتی ہے، مدنی زندگی میں قدم قدم پر آپ کو یہود و نصاریٰ سے سابقہ پڑا، آپ نے ان کے ساتھ صلح کے معاہدے کیے، یہود نے ہمیشہ عہد شکنی کی اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش رچتے رہے، آپ ﷺ نے ان کی سازشوں کو ناکام بنایا۔

مسلمانوں میں اللہ کی نصرت کا یقین پیدا ہوتا ہے، حالات چاہے کتنے ہی تاریک

ہوں لیکن انجام اہلِ حق ہی کا ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پوری زندگی اس کی گواہ ہے، سیرت سے معلوم ہوگا کہ جنگِ احد، جنگ بدر، غزوۂ احزاب اور دیگر غزوات میں کس طرح نصرتِ خداوندی شامل رہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کے ذریعہ ایمان افروز واقعات سنتے ہیں، خصوصاً غزاوت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بنفس نفیس شرکت، دشمنان اسلام کے ساتھ بھی نرم رویہ اور حسن سلوک، بچوں، عورتوں، بزرگوں کے ساتھ محبت وشفقت اور ہمدردی کا اظہار، صلہ رحمی، خیر خواہی، ایثار و قربانی جیسے اوصاف حمید کے حامل شخصیت کی زندگی یقیناً ایمان میں اضافے کا ذریعہ ہے۔

حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا سبق آموز واقعہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنی کتاب ''الطریق الی المدینۃ'' میں لکھتے ہیں:

''میں ایک ایسی عظیم کتاب کے متعلق گفتگو کروں گا، جس کی عظمت میرے قلب وجگر میں موجزن ہے، جس کے مصنف کے لیے دعا گو ہوں، اس کتاب کا نام ''سیرت رحمۃ للعالمین'' ہے، جس کے مصنف قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ ہیں۔ اس کتاب کے حصول کا ایک دلچسپ واقعہ ہے، وہ یہ کہ میرے والد محترم وفات پا چکے تھے، اس وقت میری عمر نو سال تھی۔ میرے بڑے بھائی میری کفالت وتربیت فرماتے تھے۔ ان کی بھرپور کوشش ہوتی کہ میں بچپن ہی سے مطالعے کا خوگر بنوں۔ وہ میرے مطالعے کے لیے سیرت کی کتابوں کو منتخب فرماتے۔ سب سے پہلے انہوں نے جو کتاب پڑھنے کے لیے مجھے دی وہ ''سیرت خیر البشر'' تھی۔

سیرت کی کتب کے مطالعہ سے سیرت سازی، عقیدے کی پختگی، اخلاق کی درستی، کردار کی بلندی اور ایمان کی مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ ایک دن میری نظر ایک کتاب پر پڑی، جس کے اوپر لکھا تھا ''رحمۃ للعالمین''، مجھے کتابوں کی فہرست دیکھنے اور کتاب کے متعلق اشتہارات پڑھنے کا بڑا شوق تھا۔ ''رحمۃ للعالمین'' پڑھنے کا شوق دل میں موج زن ہوا۔ کتاب منگوانے کے لیے خط لکھا۔ مگر قیمت ادا کرنے کے لیے میرے پاس پیسے نہیں تھے۔ کیوں کہ اس

وقت میں بہت چھوٹا تھا۔ دس سال میری عمر تھی۔ رقم وغیرہ کا انتظام کم ہی ہوتا تھا۔ ایک دن ڈاکیا کتاب لے کر ہماری بستی کی ڈاک کے ساتھ حاضر ہوا۔ کتاب کو تو دیکھا، مگر اس کو وصول کرنے کے لیے میرے پاس رقم نہیں تھی۔ امی جان سے طلب کی۔ مگر انہوں نے معذرت کرلی، حالاں کہ وہ اپنے یتیم بچے کی ہر خواہش کو پورا کرنے کے لیے حتی الامکان کوشش فرماتیں۔ مگر اس وقت ان کے پاس رقم نہیں تھی۔ اس مرحلے میں مجھے کوئی سفارشی و مددگار نہیں ملا۔ مگر جس نے غزوۂ بدر میں چھوٹے عمیر بن وقاص رضی اللہ عنہ کو غزوہ میں شرکت کی درخواست پر اس کی دل داری کی، اس کی تمنا کو پورا کرکے شامل غزوہ ہونے کی اجازت دی، یقیناً وہی انسانوں کے آنسوؤں کا مداوا، اللہ کے نیک بندوں کی درخواستیں سننے والا ہے۔

میری حالت کو دیکھ کر میری رحم دل وشفیق والدہ کا دل نرم ہوا، میرے لیے کتاب خریدنے کا انتظام فرمایا، میں نے کتاب وصول کرلی اور پڑھنا شروع کردی۔ یہ کتاب میرے دل پر اثر انداز ہونے اور میرے دل کو حرکت دینے لگی۔ ایسی عظیم اور پر کیف حرکت جیسے پر سرور رات میں ہر شاخ جھومنے اور حرکت کرنے لگتی ہے۔ فاتحین اور بڑے بڑے بہادروں پر لکھی گئی کتب اور سیرت پر تحریر کردہ کتب کے درمیان یہی عظیم فرق ہے کہ فاتحین پر لکھی گئی کتب دل پر حملہ آور ہوتی ہیں اور سیرت طیبہ پر مشتمل کتابیں دل کو سرور وفرحت بخشتی ہیں۔

کتاب کے مطالعے کے دوران میں عجیب لذت سے سرشار ہوا۔ وہ ایسی لذت تھی، جو دیگر تمام لذتوں سے مختلف تھی، جن سے میں بچپن میں آشنا تھا۔ اس کی لذت سخت بھوک کے وقت لذیذ کھانے کی طرح تھی۔ میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس لذت کو میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ البتہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ لذت روحانی قسم کی لذت تھی۔ جیسے بڑے روحانی لذت کا شعور رکھتے ہیں، بچے بھی اس دولت سے مستفید ہوسکتے ہیں۔

اس کتاب میں، میں ان مسلمانوں کی خبریں بھی پڑھتا رہا، اسلام لانے پر مشرکین جن

کو عذاب میں مبتلا کرتے تھے۔ وہ (مسلمان) انتہائی ثابت قدمی، صبر و استقامت اور پامردی کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔ بلکہ میں یہ کہنے میں حق بہ جانب ہوں کہ وہ لذت و سرور کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔ میں جانتا ہوں، اس کی لذت عظیم ہے، جس سے بڑے بڑے اغنیا، اقویا اور صالح کہلانے والے لوگ بھی واقف نہیں ہیں۔ حق پر چلنے والے اس لذت سے سرشار ہوتے ہیں۔ مجھے اس لذت کی شیرینی اب بھی محسوس ہوتی ہے۔ میرا نفس چاہتا ہے کہ وہ لذت ایک مرتبہ اور نصیب ہو جائے۔

اس کتاب میں، میں نے آپ ﷺ کی ہجرت کا واقعہ بھی پڑھا، جس میں آپؐ کے مدینہ منورہ میں داخل ہونے کا قصہ بڑا پرکیف ہے کہ ہر قبیلہ بڑے اخلاص، محبت اور تمنا کے ساتھ یہ درخواست کر رہا ہے کہ یا رسول اللہ! میزبانی کی عظیم سعادت سے ہمیں نواز دیجئے۔ آپؐ فرماتے جاتے کہ اونٹنی کو اپنے حال پر چھوڑ دیں، یہ مامور من اللہ ہے، اونٹنی چلتے چلتے اس مقام پر جا کر بیٹھ جاتی ہے، جہاں آج کل مسجد نبوی کا دروازہ ہے، جو اس وقت عظیم سعادت مند، رسول اللہؐ کی میزبانی کے شرف سے مشرف ہونے والے صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا گھر تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی فرحت و سرور اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ میں یہ واقعات پڑھتا گیا اور مجھے ایسا لگتا رہا، گویا میں اس منظر کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں اور لذت و سرور سے معمور ہوں۔ میں اس کتاب میں غزوۂ احد کا وہ عجیب واقعہ بھی پڑھتا رہا، جس میں قربانی دینے کی مثال کائنات عالم میں کوئی پیش نہ کر سکا، جس میں وفا، اخلاص، شجاعت و بہادری، ایمان، یقین اور اخلاق کی عظیم مثالیں تھیں۔ مجھے ایک صحابیؓ کے قول سے بھی بڑی لذت محسوس ہو رہی تھی کہ جس میں انہوں نے فرمایا تھا: ”میں احد پہاڑ کی طرف سے جنت کی کو شبو سونگھ رہا ہوں۔“ میں کتاب میں حضرات صحابہ کرامؓ کی محبت و قربانی کے قصے پڑھ کر کبھی اشک بار اور گریہ کناں ہوتا، تو کبھی فرحت و سرور میں جھوم جاتا۔(۱)

---

(۱) ماہنامہ حجاب، نئی دہلی

سیرت سے ناواقفیت کا عالم

نئی نسل کے اندر جہاں بہت سی خرابیاں محسوس کی جارہی ہے، ان میں ایک نبی پاک ﷺ کی سیرت سے ناواقفیت ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اسوہ بنایا ہے اور جس کو اسوہ بنایا جاتا ہے اس کی زندگی کے ایک پہلو کا مطالعہ کرنا اور اس سے واقفیت انتہائی ضروری ہے؛ لیکن دیکھا یہ جارہا ہے کہ ہماری نئی نسل کو نبی کریم ﷺ کی زندگی کیا! آپ کا نام سے بھی نابلد ہے، ایک ٹک ٹاکر سے پوچھا گیا کہ" عائشہ رضی اللہ عنہا کون تھی؟ تو اس کے جواب میں وہ ٹک ٹاکر (tiktoker) نے لگا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ تھی۔ (نعوذباللہ) ایک طرف قومِ مسلم کی تباہ کن، گھمبیر اور نازک ترین صورتحال ہے تو وہیں دوسری طرف امت مسلمہ کو لاتعداد چیلنجز (challenges) کا سامنا ہے، کفار چوری، سفاکی، چالاکی و بیباکی کے ساتھ اسلام کو مٹانے میں مصروف ہیں، ان کی سب سے بڑی حسرت یہ ہے کہ وہ ہماری نوجوان نسل کو دنیا کی زیب وزینت، مادی زندگی کا عیش وتنعم، بلا مواخذہ جسمانی لذتوں کے مواقع فراہم کرکے روحانی لذتوں سے بے بہرہ کردے، اور رسول رحمت ﷺ کے ارشادات وتعلیمات کی اصل روح کو مسخ کرکے مسلمانوں کے دلوں سے رسول رحمت ﷺ کی محبت کا نقش مٹادیں، چنانچہ اسلام دشمن محققین اور متعصب مستشرقین نے رسولِ رحمت ﷺ کی ذات مبارکہ سے متعلق شکوک وشبہات کو عام کیا، مادی سطح پر آپ کی شخصیت کو لوگوں کے سامنے پیش کیا، فضائل وکمالات کا اِنکار کیا، اور مقام نبوت، حقیقتِ نبوت اور وحی پر شکوک وشبہات پیدا کئے، پھر کیا تھا کہ توہین رسالت کے مجرمین اور گستاخانِ رسول بین الاقوامی سطح پر رسول رحمت کی ذات گرامی پر اعتراضات کرنے لگے۔

دراصل اسکی وجہ ہم خود ہیں کہ مطالعہ سیرت نبوی اور اسکی حقیقی ضرورت واہمیت کا احساس ہمارے دلوں سے محو ہوگیا ہے، ہماری زندگیوں کی نہج کچھ ایسی بن گئی ہے کہ ہمیں اس اہم خلاء کا احساس بھی نہیں ہوتا جو ہماری زندگیوں میں مطالعۂ سیرت کے فقدان یا کمی کی

بناء پر پیدا ہو گیا ہے اور یہ وہ محرومی ہے جس کا ذمہ دار خود ہمارے اپنے سوا کوئی نہیں ہے۔(۱)

چند مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو یوٹوپ پر دیکھنے اور چند مضامین پڑھنے سے معلوم ہوا کہ نئی نسل حضور اکرم ﷺ کی زندگی سے کتنی ناواقف ہیں:

☆ایک نوجوان سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی کتنی بیویاں تھیں، اس کے جواب میں کہنے لگا بے شمار (نعوذ باللہ) پھر پوچھا کسی کا نام بتاؤ تو کہنے لگا کہ ''فاطمہ''!

☆انجینیرنگ کرنے والے نوجوانوں سے نبی کریم ﷺ کا نام پوچھا گیا تو ایک جوان نے کہا ''چندر بابو نائیڈو'' جو آندھرا پردیش کا CM رہ چکا ہے۔العیاذ باللہ۔

☆کسی موقع سے کلاس کے مسلم ٹیچر نے نبی کا نام پوچھا تو ایک طالبہ نے بتایا کہ ''گاندھی جی''۔

☆ایک مسلمان نوجوان کہنے لگا: پتہ نہیں محمد(ﷺ) اتنے شادی کیوں کئے؟ یہ کہنا بطورِ اعتراض کے تھا، نہ بطورِ استفہام کے۔

☆ایک صاحب سے پوچھا کہ موت کے فرشتہ کا نام کیا ہے کہنے لگا کہ جبرئیلؑ!۔

ہماری نئی نسل کو آج کے ہیروں کے نام اس کی بیوی کا نام، اس کی ہٹ فلم، اس کے بچوں کے نام وغیرہ وغیرہ ازبر یاد رہتے ہیں، وہیں جس نبی کے نام لیوا ہیں اس سے اتنی ناواقفیت ہے۔

کیا مسلم قوم کا نبی ﷺ کی زندگی سے اس قدر جہالت پر رونا نہیں آتا؟ کیا آپ ﷺ کو امت کی ایسے بے وفائی سے تکلیف نہیں ہوگی، جو اپنے آقا کو نہیں جانا وہ کیا قبر میں اپنے نبی ﷺ کو پہچانے گا؟۔

نبی ﷺ کی عملی زندگی معجزہ ہے

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جو معجزات آپ سے صادر ہوئے، وہ عربوں کے ایمان

---

(۱) سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ؛ وقت کی اہم ترین ضرورت، از مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی

لانے کا بنیادی سبب نہیں تھے؛ بلکہ ہمیں کوئی ایسا معجزہ نظر نہیں آتا جس کی وجہ سے کافروں نے اسلام قبول کرلیا ہو، بلکہ جو لوگ بھی مسلمان ہوئے عقل و وجدان کے اطمینان کے ذریعہ ہی مسلمان ہوئے اور جب کفار قریش نے پچھلی قوموں کی طرح معجزات کا مطالبہ کیا تو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ جواب میں کہیں: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان سے کہو: پاک ہے میرا پروردگار، کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور کچھ بھی ہوں"۔(۱)

معجزات بس دیکھنے والوں کے خلاف ہی دلیل بن سکتے ہیں اور بعد کے جن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا، نہ آپ کے معجزات کو دیکھا وہ محض عقلی و قطعی دلائل کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے، ان عقلی دلائل میں سرفہرست قرآنِ کریم ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اس نوجوان کی زندگی پیش کرتی ہے جو رسالت سے پہلے سچے، امانت دار کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا، چالیس سال کی عمر میں ایک اللہ کی دعوت بہترین طریقہ سے دیتا، ایک بہترین سربراہ مملکت کی تصویر پیش کرتا ہے جو اپنی سمجھداری اور ہوش مندی، اخلاص وصداقت کے ذریعہ مملکت کی حفاظت کرتا تھا، ایک ایسے نبی کی زندگی ہے جو بہترین شوہر، مشفق باپ (۲) معاملات کا درست، تمام حقوق کو ادا کرنے والا تھا، اپنے ساتھیوں کی مثالی تربیت کرتا، بہترین دوست جو دوستی کی ذمہ داریاں اچھی طرح ادا کرتا تھا، ایک کامیاب جج، معلم، رہبر، سیاسی قائد، امانت دار تاجر غرض زندگی کے تمام گوشوں پر محیط بہترین نمونہ ہے۔

علامہ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں غور وفکر کرنے والا لامحالہ اس کی تصدیق کرے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر عمل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے مطابق ہوتا

---

(۱) بنی اسرائیل: ۹۰ تا ۹۳

(۲) حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بچپن میں مسجد کے صحن میں کھجور کا گرا ہوا دانہ پایا، اٹھا کر منہ میں رکھا تو آپؐ نے ہاں، ہاں کہہ کر اسے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا: تمہیں معلوم نہیں ہم صدقے کا مال نہیں کھاتے، حلال نہ ہونے کی صورت میں معمولی چیز اقل قلیل سے بھی منع فرمایا۔

تھا، اور وہ یقیناً یہ گواہی دے گا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، اگر آپ ﷺ کوئی معجزہ لے کر نہ آتے تب بھی آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ آپ ﷺ کی صداقت کے لیے کافی تھی۔(۱)

عمان کے حکمران ابن الجلندی نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے اوصاف سننے کے بعد کہا: بہ خدا آپ نے مجھے اس نبی اُمی کے بارے میں بتایا ہے کہ جب وہ کسی نیکی کا حکم دیتے ہیں تو سب سے پہلے خود اس پر عمل کرتے ہیں، اور اگر کسی برائی سے بچنے کا حکم فرماتے ہیں تو سب سے پہلے خود اس سے احتراز فرماتے ہیں، وہ فتح یاب ہو کر اتراتے نہیں، مغلوب ہو کر گھبراتے نہیں، اور ایفائے عہد کرتے ہیں، ذمے داریاں نبھاتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں آپ ﷺ نبی برحق ہیں۔(۲)

حبیب ﷺ سے محبت مومن کی معراج ہے

آپ ﷺ پر نہ صرف ایمان لانا ضروری ہے؛ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی بے انتہاء عظمت اور تمام چیزوں سے بڑھ کر محبت ہمارے دلوں میں ہو، یہ محبت ہمارے ایمان کا جزو اور ہمارے دین کی اساس ہے، حضور ﷺ کا معجزہ ہے کہ اس امت کے دل میں آپ ﷺ کی محبت کا غیر معمولی جذبہ کارفرما ہے، دوسرے مذاہب کے متبعین میں اپنے پیشواؤں سے متعلق اس کا سوواں حصہ بھی نہیں ملتا، اور کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بعد ہر مسلمان کے لئے آپ ﷺ ہی کی ذات سب سے محبوب ترین ہستی ہے، اس کو اپنے وجود سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت ہے اور اگر اس کا سینہ اس جذبہ سے خالی ہو تو وہ مسلمان ہی باقی نہیں رہے گا۔ محبت کے تقاضوں میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ انسان محبت کا اظہار کرے، اللہ اور رسول کی محبت تو سراسر مؤمن کے لئے معراج ہے؛ لیکن انسان تو دنیا میں بھی

---

(۱) ابن حزم۔ الملل والنحل: ج2 ص90

(۲) قاضی عیاض، الشفا: ج1 ص249۔ ابن حجر۔ الاصابہ: ج1 ص262

جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے اظہار محبت کے بغیر چین نہیں ملتا؛ اس لئے رسول اللہ ﷺ سے محبت کا فطری تقاضہ آپ سے محبت کا اظہار بھی ہے۔

اظہارِ محبت کا طریقہ محبوب کے شایانِ شان ہوتا ہے

محبوب کے لحاظ سے محبت کا اظہار کیا جاتا ہے، انسان کو اپنے والدین سے بھی محبت ہوتی ہے اور اولاد سے بھی، استاذ اور شیخ سے بھی محبت ہوتی ہے اور شاگرد و مرید سے بھی، شوہر و بیوی بھی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اور دوستوں میں بھی باہم محبت کا تعلق ہوتا ہے؛ لیکن ہر جگہ اظہارِ محبت کا ایک ہی انداز نہیں ہوتا، اظہارِ محبت میں دو باتوں کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جاتا ہے: (۱) محبوب کا مقام و مرتبہ، مقام و مرتبہ کا لحاظ بے حد ضروری ہے، ایک شخص اپنے بچوں سے پیار کرتے ہوئے محبت کا طریقہ کار اختیار کرتا ہے، وہی طریقہ ان کے ساتھ اختیار کرے تو یہ محبت کی بجائے بے ادبی اور گستاخی ہو جائے گی۔

(۲) محبوب کی پسند، آپ ﷺ کی پسند و ناپسند کی پرواہ کئے بغیر ناپسندیدہ شیٔ بطور اظہار محبت کے پیش کر دیں تو یا تو اسے بے وقوفی سمجھا جائے گا یا تمسخر، رسول اللہ ﷺ سے محبت کے اظہار میں بھی ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی پسند چھپی ہوئی نہیں ہے؛ وہ آفتاب کی طرح روشن ہے، پڑھ کر آپ ﷺ کی پسند و ناپسند کو جان سکتے ہیں، اس ترازو میں اظہار محبت کے طریقوں کا تجزیہ کر سکتے ہیں، جن کو آج ہم نے اختیار کر رکھا ہے، اس ماہ میں ضرور اپنی خوشی کا اظہار کریں؛ لیکن طریقہ ایسا ہو کہ وہ شریعت کی میزان میں بھی درست ہو اور اس سے دینی نفع بھی ہو۔

اظہار محبت مگر ناپسندیدہ طریقہ سے

بلاشبہ سیرت کی یہ محفلیں باعث صد رشک ہیں، حضور ﷺ کے یہ تذکرے دنیا و آخرت میں سعادت کا ذریعہ ہیں، مبارک ہیں وہ زبانیں جو ذکر رسول سے تر ہیں، مبارک ہیں وہ کان

جنہیں حضور کا مبارک تذکرہ سننے کا شرف حاصل ہورہا ہے، لیکن سیرتِ رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہماری ذمہ داریاں صرف جلسوں کے انعقاد سے ختم نہیں ہوتیں، سیرت کے جلسوں کے مثبت اثرات کے ساتھ ان کا منفی پہلو یہ ہے کہ مسلمان صرف جلسوں کے انعقاد ہی کو سب کچھ سمجھنے لگے ہیں۔

کیا عبادت یہ کا طرز درست ہے

ذکر حبیب ﷺ عبادت ہے، عبادت میں نیت کا خلوص ضروری ہے، بدنیتی سے اجر غارت ہوجاتا ہے، ذکرِ حبیب ﷺ میں اپنی شہرت، اپنی جماعت، تنظیم وتحریک کا نام، ایوارڈ، تعریف کی تمنا، دوسروں کو نیچا دکھانا بلاتحقیق دوسروں پر کیچڑ اچھالنا، اکابرامت کی توہین کو ذکر حبیب ﷺ کا حصہ بنا کرپیش کرنا، اسٹیج پر سے کفریہ فتاوی کا اجراء، جس کی وجہ سے ہر سال عالی شان اجتماع ہونے کے باوجود جس قدر اس سے نفع ہونا ہے حاصل نہیں ہورہا، نہ کسی عامی میں عشق پیدا ہورہا، نہ کسی کافر کو ہدایت، بلکہ گانے بجانے والے، فاسق وفاجر، دن رات گناہوں کے مصروف بھی مفت میں ”عاشق رسول، غلامِ مصطفی“ کے القاب حاصل کر رہے ہیں، فاجروں کا عاشقوں میں داخل ہونے کا سستہ نسخہ ہاتھ لگ گیا، ساری زندگی عمل کچھ کرنا نہیں ہے، میلاد کی محفل قائم کرکے جنتی بن جانا ہے۔

عبادت اور ایذارسانی کی حد

آپ ﷺ نے کسی بھی انسان کو تکلیف پہنچانے کے عمل سے منع فرمایا، درخت کاٹنے سے منع فرمایا؛ کہ انسان سایہ سے محروم ہوگا، ماحولیاتی توازن متأثر ہوگا، گھر کی نالی راستے پر نکالنے سے روکا؛ کہ تعفن پیدا نہ ہو، راستہ میں کچرا اور تکلیف دہ چیزیں ڈالنے سے منع فرمایا اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانے کو ایمان کا حصہ فرمایا۔ ”وأدناها إماطة الأذى عن الطريق“(١)

---

(١) صحیح مسلم، باب شعب الایمان، حدیث ١٦٢:

تنبیہ: جگہ جگہ نعت خوانی بلکہ قوالی کے ڈے بجے، وقفہ وقفہ سے جلوس، سواریوں ومسافروں کو سخت مشکلات سے دو چار کرنا، سڑک وگلیاں جام کرنے کی وجہ سے شدید مصروفیت شخص کا مطلوبہ مصروفیت تک پہنچنے میں تاخیر نا قابل تلافی نقصان، جان کنی کے عالم میں مریض، شدید وسخت مرض میں مبتلا دوائی کا محتاج جس کی دوائی راستہ جام ہونے سے وقت پر نہ مل سکی، مسافر بس اڈے، ریلوے اسٹیشن، ہوائی اڈے پر وقت پر نہ پہنچ پایا، یہ جلوس کسی کی جان، مال کسی کے خاندان کو بے سہارا کرسکتا ہے۔

بچے کے رونے پر فجر کی نماز نہایت مختصر کرنے والے نبی ﷺ کو امت جان لینے والی حرکتیں کر کے کیسے خوش کرسکتی ہے؟۔

حضرت مقدادؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ رات کے وقت کسی جگہ جاتے تو ایسی آواز میں سلام فرماتے کہ جو لوگ بیدار ہوں وہ سن لیں اور جو لوگ سوئے ہوئے ہوں، ان کی نیند میں خلل واقع نہ ہو: فیجیئ من اللیل فیسلم تسلیما لا یوقظ نائما ویُسمع یقظان "(۱)

آپ ﷺ نے قرآن مجید بھی بہت اونچی آواز میں پڑھنے کو پسند نہیں فرمایا، رسول اللہ ﷺ مسجد میں معتکف تھے، صحابہ کو زور زور سے قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا تو پردہ ہٹا کر فرمایا کہ تم سب اپنے پروردگار سے سرگوشی کررہے ہو؛ لہٰذا ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور قرآن پڑھنے میں ایک دوسرے سے آواز بلند نہ کرو:

"ألا إن كلكم مناج ربكم فلا يؤذين بعضكم بعضا، ولا يرفع بعضكم على بعض في القراءة" (۲)

تکبیر کہنے میں بھی بہت بلند آواز کو پسند نہیں فرمایا، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ہم

---

(۱) مسلم، حدیث ۲۰۵۵:

(۲) ابوداؤد، حدیث ۱۳۳۲:

بلندی پر چڑھتے تو تکبیر کہتے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے آپ پر نرمی سے کام لو، تم کسی ایسی ذات کو نہیں بلا رہے ہو، جو سنتا نہ ہو یا موجود نہ ہو؛ بلکہ اس خدا کو پکار رہے ہو، جو خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا اور تم سے قریب ہے : **لا تدعون أصم ولا غائبا تدعون سميعا بصيرا قريبا۔ (۱)**

تنبیہ: ایسی رکارڈ نگ وڈ یجے جس سے محلہ کے لوگوں کے لئے سونا دشوار ہو جائے یا بیماروں کو تکلیف ہونے لگے، جلسوں کے اسپیکر اتنی دور دور تک پھیلا دینا کہ لوگوں کی نیند میں خلل ہو جائے، نبی رحمت ﷺ کو پسند نہیں تھے۔

عبادت یا فضول خرچی

رسول اللہ ﷺ کو فضول خرچی نہایت ناپسند تھی، قرآن مجید میں تقریباً بیس آیتوں میں فضول خرچی کو منع کیا گیا ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھانے اور کپڑے ہی میں نہیں؛ بلکہ صدقہ کرنے میں بھی اسراف نہ ہونا چاہئے :

"كلوا وتصدقوا والبسوا في غير إسراف"۔(۲)

فضول خرچی کی صورتیں کسی خیر کے کام میں ضرورت سے زیادہ خرچ کر دینا یا اتنا خرچ کر دیا جائے کہ خود دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے حالات پیدا ہو جائیں، یا کسی بے جا کام میں خرچ کیا جائے۔

تنبیہ: ربیع الاول میں اظہار مسرت کی بعض صورتیں یقیناً فضول خرچی کے دائرے میں آجاتی ہیں، بجلی کا بے دریغ استعمال، گھر اور سڑکوں پر آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی لائٹنگ بے جا سجاوٹ ونمائش، گذرگاہوں پر مختلف اشتہارات و بینرز کی بھر مار، جلوس گذرنے کے لیے بڑے دروازے اور گیٹ، جگہ جگہ اسٹیج، غیر ضروری لاؤڈ اسپیکر، وغیرہ ہر سال

---

(۱) بخاری، حدیث نمبر: ۸۳۸۶، مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۰۴

(۲) نسائی عن عبداللہ بن عمرو ص، حدیث ۲۳۹۹:

لاکھوں کا خرچ اسراف کے نظر ہو جاتا ہے، جس سے کئی غریب امت محمدیہ کی بیٹیوں کی شادی سے گھر آباد ہو سکتا ہے، بھوکوں کو پیٹ بھر کھانا مل سکتا ہے، بیماروں کا مناسب علاج، خدام دین و دینی اداروں کی بہترین خدمت، قید میں پڑے بے بس بے قصور مسلمانوں کی رہائی کا سامان بن سکتا ہے۔

عبادت یا غیروں سے مشابہت

غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا آپ ﷺ کو سخت ناپسند ہے، لباس و پوشاک، تہذیب و تمدن کے علاوہ خاص کر دینی امور میں یہ بات حد درجہ ناپسند تھی؛ ارشاد فرمایا: جو شخص کسی اور قوم کی مشابہت اختیار کرے، وہ ان ہی میں شامل ہے: من تشبہ بقوم فھو منھم ۔(۱) سورج کے نکلنے، سورج کے نصف آسمان پر رہنے اور سورج کے ڈوبنے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا؛ کہ جو قومیں آفتاب کے پرستاروں کی مشابہت نہ رہے، یہودی دیر سے روزہ افطار کرتے تھے، اپنی امت کو افطار میں عجلت کا حکم دیا، یہودی دس محرم کو روزہ رکھتے تھے، اس کے ساتھ مزید ایک روزہ ملا کر روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔(۲)

تنبیہ: اس پس منظر میں دیپ جلانا، چراغاں کرنا ہندو بھائیوں کا شعار ہے، چراغ جلا کر دیوالی مناتے ہیں، عیسائی حضرات کرسمس کے موقع پر پنج پہلو ستاروں کی شکل میں روشنی کا اہتمام کرتے ہیں، رنگ پھینکنا برادران وطن کا طریقہ ہے، اس کے لئے مستقل ہولی کا تہوار مناتے ہیں، اسلام میں ایک دوسرے پر رنگ پھینکنے کا کوئی تصور نہیں ہے، کہیں ہم غیر مسلم بھائیوں کے مذہبی اور تہذیبی شعائر کی طرف تو قدم بڑھاتے نہیں جا رہے ہیں؟ جس سے ایک مذہبی تصور متعلق ہے، اظہار محبت کا یہ طریقہ غیروں سے مشابہت کا ہے۔

---

(۱) ابوداؤد، حدیث: ۴۰۳۱

(۲) سنن الترمذی، حدیث: ۷۶۰

عاشق یا فاجر؟

عشق میں شروع کیا گیا عمل آج عاشقین کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے، فاجروں کی مرضی ایسی کہ اب عاشق بھی بیزار ہیں، بالکل عیسائیوں عوام کی طرح کرسمس کی رسم آج پادریوں کے ہاتھ سے باہر ہے، شروع میں حضرت عیسیٰؑ کی محبت میں مقصود تھی، آج رسم بے حیائی بن چکی کہ جتنی شراب اس دن پی جاتی ہے، جس قدر بے حیائی کرسمس میں ہوتی ہے کسی اور مذہبی تہوار میں نہیں، اگر کوئی شخص منع کرے تو یوں سمجھنا کہ ذکرِ رسول ﷺ سے منع کر رہے ہیں، کم فہمی ہے، اگر کوئی شخص ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھے اور اسے منع کیا جائے کہ ”ناپاک کپڑوں میں نماز نہ پڑھیں، نماز نہیں ہوگی، بلکہ گناہ ہوگا“ تو کہنے لگے کہ ”ہمیں نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں“ نعوذ باللہ ذکر رسول ﷺ سے منع کرنے والا مسلمان کیسے ہوسکتا ہے، ذکر رسول ﷺ سے منع نہیں، ذکر کے نامناسب طریقہ سے منع ہے۔

عبادت کے نام پر حرام چندہ

آپ ﷺ نے بلا ضرورت سوال کرنے سے منع فرمایا، سوال سائل کو قیامت میں ذلیل کر دے، جبراً کسی کا مال لینے کو حرام فرمایا:

”لا یحل مال امرءٍ مسلم الا بطیب نفسہ“ (۱)

ذکر حبیب ﷺ کے نام پر چندہ کا اہتمام، گلی گلی، دوکان دوکان دستک دے کر، راہ گیروں چلتی گاڑیوں کو روک، بادلِ نخواستہ چندہ دینے پر مجبور کرنا، علاقہ کے بااثر لوگ کونسلر، چوہدری، غنڈے کو ساتھ لیکر مطالبہ کرنا، چندہ نہ دینے پر دھمکی دینا، اس چندہ کا کوئی حساب کتاب نہیں، کہاں کتنا خرچ ہوا، کتنا وصول کرنے والوں کی جیب میں گیا، ایسی حرکت تو کسی مسجد کی تعمیر کے لیے بھی جائز نہ تھی۔

---

(۱) دار قطنی، حدیث ۲۸۸۵:

ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخانہ طریقے

۱۲ / ربیع الاول کو روضۂ اطہر کی شبیہ بنانا

۱۲ / ربیع الاول کو خوشی میں باقاعدہ روضۂ اقدس، کعبہ شریف کی شبیہ بنانا، اس کا ویسا احترام کرنا جیسا حقیقی روضۂ پاک کا کیا جاتا ہے، روضہ اور کعبہ شبیہ کے ارد گرد طواف کیا جانا، بعد میں اس شبیہ کو توڑ پھوڑ کر ختم کر دیا جانا، اگر یہی تھوڑ پھوڑ کی حرکت غیر مسلم بھائی کرتا تو یہ گستاخی ہے، مسلمان کرے تو عشق رسول ہے؟۔

نومولود بچہ کی نقالی کرنا

صبح کے وقت ایک نومولود بچہ کو عمدہ کپڑے پہنا کر اس کا احترام کیا جانا، گویا اسے نبی کی جگہ تصور کر کے اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کیا گیا جیسا کہ نبی کے ساتھ کیا جاتا ہے، غیر نبی کے ساتھ نبی کا معاملہ کرنا عشق ہے یا گستاخی ہے؟۔

سڑکیں جام کرنا

۱۲ / ربیع الاول کے جلوس میں نوجوان کا سروں پر پٹیاں باندھے موٹر سائیکلوں پر تیز رفتاری کے ساتھ نعرے لگاتے ہوئے شاہراہوں پر سگنل توڑتے ہوئے رواں دواں ہونا، جس سے ہر مہذب انسان نہ صرف متنفر بلکہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے، یہ عشق ہے یا گستاخی ہے؟۔

سیرت کے جلسوں میں منکرات کی بھرمار

سیرت کے جلسہ میں دور دور تک مائیک لگانا، اصل پروگرام سے کافی پہلے لاؤڈ اسپیکر پر غلو پر مشتمل نعتوں کا سلسلہ، ساؤنڈ اس قدر بلند کہ کانوں کے پردے پھٹ جائیں، لوگوں کا

سکون غارت ہو جائے، گھروں میں موجود بوڑھوں ضعیفوں اور بیماروں کے لیے مصیبت بن جائے، سر راہ جلسے منعقد کئے جانا جس سے آمد و رفت کا سلسلہ موقوف ہو جائے، راہ گیروں کو شدید زحمت کا سامنا کرنا پڑے، جبکہ یہ جلسے فنکشن ہال، میدان میں بھی ممکن ہیں، نعتوں میں میوزک، نبی کریم ﷺ کی تعریف کم اور موسیقی کا اہتمام زیادہ، نعت خواں گانوں کی نقالی کرنے لگے، ایسے نعت خوانوں کی واہ واہ ہو، رات دیر گئے جلسے جاری رہنا، جلسے میں شریک بیشتر مسلمان نمازِ فجر سے بے خبر صبح دیر تک سوتے پڑے رہنا، جلسوں کی گرج، کانوں کو پھاڑنے والی آواز سے اطراف و اکناف کی ساری آبادی والوں کو بالجبر جاگنے پر مجبور کرنا، عوام کی اصلاح سے زیادہ اپنی واہ واہ کی فکر دامن گیر رہنا، عوامی اصلاح کی بات کم نعروں اور چیخ پکار زیادہ، مسلکی تنازعات بھڑکانے اور دوسرے مکاتب فکر کے علماء پر کیچڑ اچھالنے والی باتیں، سیرت النبی ﷺ کے اسٹیج سے محبت و الفت اور اتحاد و اتفاق کا پیغام کے بجائے انتشار اور تعصب آپسی تفرقہ کے پلیٹ فارم بنا دینا، مسلکی بھڑاس نکالنا، عوام الناس کو دوسرے مکاتب فکر کے خلاف اکسانا، سیرت النبی کے جلسوں کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا جانا، جن میں سیرت کم سیاسی مخالفین پر خوب برسنا، یہ تمام امور آداب میں ہیں یا گستاخی میں شمار ہوں گے؟۔

عیدین کی نماز کی طرح میلاد کی نماز ادا کرنا

❖ شریعت سازی کا اختیار اپنے ہاتھوں میں لے کر ۱۲ / ربیع الاول کو عیدین کی طرح باجماعت نماز، خطبہ دیا جانا، عید بلکہ اس کو عید الاعیاد کا نام دینا، یہ دین میں دخل اندازی نہیں ہے؟ اس قسم کی خرافات و خلافِ شرع باتوں پر نکیر کرنے والوں پر گستاخِ رسول کا لیبل لگا دینا جب کہ دین کے نام پر خرافات کو رواج دینا، یہود و نصاریٰ کی نقالی کرنا حقیقی گستاخی ہے، یاد رکھیں ان سب حرکتوں سے نفس کی تسکین تو ہو جاتی ہے مگر دین کی کوئی حقیقی خدمت نہیں ہوتی، اس شور شرابے و ہنگامے کا عملی زندگی سے کوئی واسطہ نہیں، ظاہری ہنگاموں میں لگ کر رسول ﷺ سے وابستگی کے حقیقی تقاضوں سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔

عشقیہ اشعار

۞ نعتیہ اشعار ایسے جیسے اپنی محبوبہ کے گیسو کی تعریف ،اس کے سراپا کا نقشہ کھینچا جارہا ہو،کیا یہ اظہار محبت کا ناشائستہ طریقہ نہیں ہے؟محبوب حقیقی کی عظمت کا لحاظ اور مرتبہ ومقام کی رعایت کے ساتھ اشعار پڑھنے کے بجائے کسی لیلی کے لئے بولے گئے عشقیہ اشعار کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا۔

اخبارات میں بے حرمتی

۞ اخبارات میں ایک طرف ملبوسات کی دکان کا اشتہار جس میں نیم عریاں شکل میں آنچل لہراتی ہوئی ایک عورت کھڑی ہو،ٹھیک اسی کی پشت پر یا اوپر نیچے رسول اللہ ﷺ کا پاک ذکر ہے،کیا یہ بے ادبی نہیں ہے؟

کلمہ کی جھنڈیوں کی بے حرمتی

۞ کاغذ کی ایسی جھنڈیاں جن پر کلمہ طیبہ ہو اور جن پر رسول اللہ ﷺ کا مبارک نام ہو، یہی جھنڈیاں چند دنوں کے بعد زمین پر پڑی ہوتی ہے،اور بعض اوقات قدموں کے نیچے بھی آجاتی ہے، گندی نالیوں میں مقدس کلمات کو پھینکدیا جاتا ہے،کیا یہ بے احترامی نہیں ہے؟

سیرت کا جلسہ اور نماز سے بے پرواہی

۞ جلسہ کے انتظامات کے بہانے نمازوں کی پراوہ نہ کرنا،رات دیر تک تقریروں کی دھوم صبح فجر سے پہلے جلسہ ختم ہورہا،جلسہ نماز سے زیادہ مقدس بن گیا،نبی کریم ﷺ کی ہدایات نماز کے متعلق کیا ہیں نام نہاد عاشقوں کی نظر سے اوجھل ہے،نبی کریم ﷺ میدانِ جنگ میں نماز نہ چھوڑی ،حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تلواروں کے سایہ میں نماز ترک نہ فرمائی ،

بے نمازی عاشق ہوتا ہے؟ جو خدا کا نہیں وہ رسول ﷺ کا کیسے؟ جو رسول اللہ ﷺ کا نہیں وہ خدا کا کیسے؟۔

میلاد کے نام پر کیک کاٹنا

اظہار محبت کے نام پر کتنی ہی ایسی حرکتیں کی جاتی ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبہ کے خلاف ہیں، ہر سال سینکڑوں سیرت کے جلسے، جلوس، و محفلیں منعقد ہوتی ہیں: مگر ہماری زندگی پر انکا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے، ایک تہوار تھا آیا اور چلا گیا، بے حسی بڑھتی ہی جا رہی ہے، اسباب مرض کی تلاش کی فرصت ہی نہیں۔

نبی کا نام جس کیک پر ہو میلاد کے نام پر اس کیک پر یعنی نبی کے نام پر چھری چلائی جائے اور مزے لیکر کھایا جائے بدتمیزی نہیں ہے؟ ایک میں میلاد النبی کی ایک تقریب میں پانچ ہزار پاؤنڈ کی آتش بازی کی گئی عالم دین نے منع کیا تو: ''آگ کے کھیل کو ہمارے دینی شعار کا حصہ نہ بنایا جائے''، تو حامی علماء نے جھٹ فتح مکہ کا حوالہ دیا: ''رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین سے فرمایا کہ مکہ کے پہاڑوں پر پھیل جاؤ اور آگ جلاؤ تا کہ کفار مکہ پر دہشت طاری ہو'' جبکہ وہاں مسلمانوں کے لشکر کی کثرت جتلانی مقصود تھی، جہاد کا موقع تھا، دونوں میں کوئی وجہ مناسبت ہے؟۔

صلح حدیبیہ میں معاہدہ کی کتابت کے وقت جب آنحضرت ﷺ نے اسلامی طرزِ تحریر کے مطابق ''بسم اللہ'' لکھنا چاہا تو سہیل نے اعتراض کیا، ہمارے دستور کے مطابق ''باسمک اللھم'' لکھو، رسول اللہ ﷺ نے ان کا کہنا مان لیا، معاہدہ کا مضمون شروع ہوا، جب ''ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ'' لکھا گیا تو سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر ہم محمد ﷺ کو رسول مانتے تو یہ جھگڑا ہی کیوں ہوتا ''محمد رسول اللہ'' کی بجائے ''محمد بن عبد اللہ'' لکھو، آنحضرت ﷺ نے فرمایا گو تم مجھے جھٹلا رہے ہو؛ لیکن میں خدا کا رسول ہوں، پھر علیؓ سے فرمایا کہ: ''رسول اللہ'' مٹا کر میرا نام لکھدو، حضرت علیؓ نے عرض کیا میں اپنے ہاتھ سے نہیں مٹا سکتا، اس عذر پر آپ ﷺ نے خود اپنے دستِ مبارک سے مٹا کر

’’محمد بن عبد اللہ‘‘ لکھ دیا۔

اس واقعہ میں اپنے قلم سے لکھا ہوا، دشمنوں سے صلح نامہ پر، دشمن کے مطالبے کے باوجود، نبی کے حکم کے باجود نہ کاٹنا عشق کی بنیاد پر تھا، اور میلاد میں اپنے مزے کی خاطر کیک پر گنبد، نبی کریم ﷺ کا نام چاقو اور تلوار سے کاٹنا عشق بن گیا، گنبد کی شبیہ بنا کر کوئی غیر مسلم تلوار چلائے، محمد ﷺ کا نام لکھ کر کوئی اس پر چاقو چلائے تو گستاخ بن گیا، مسلمان کیک پر یہ حرکت کرے تو عاشق بن گیا؟

یہ انداز بھی قطعاً درست نہیں ہے کہ ہر سوال کے جواب میں کہا جائے: ’’قرآن و حدیث میں کہیں کیک کاٹنے کو ناجائز نہیں لکھا، لہٰذا ہم کیک کاٹیں گے‘‘، شکر ہے کہ یہ قرآن میں لکھا نہیں ورنہ جو بات قرآن میں ہو اُس کا انکار کفر ہو جاتا نیز جس مسئلے کی جو فقہی حیثیت ہے، اُس کے مطابق اُس کے قبول یا رَد کرنے کے لیے اُس سطح کی دلیل دی یا طلب کی جاتی ہے۔

کیک کاٹنے کی ممانعت کا حکم تَشَبُّہ بالغیر اور تقدیس کے سبب ہے، میلاد النبی ﷺ کی مقدس محافل خرافات و لغویات کا شکار نہ ہوں، یہ محافل بابرکت، روحانی رہیں، شور وشغب، لغویات سے آلودہ نہ ہوں پیدائش کے موقع پر کیک کاٹنا کسی قوم کا گرچہ مذہبی شِعار نہیں مگر رسومات میں ضرور ہے، جس سے مشابہت کا حکم لگا۔

’’خَالِفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ‘‘(۱)’’خَالِفُوْا الْمَجُوْسَ‘‘(۲) ’’مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ‘‘(۳)

رسول اللہ ﷺ نے دین کی حکمت کے لیے مالی وسائل کی دستیابی کے باوجود بیت اللہ کو شہید کر کے دوبارہ بنائے ابراہیمی پر تعمیر کرنے کی اپنی خواہش کو قربان کر دیا، کیونکہ خدشہ تھا کہ تازہ تازہ اسلام قبول کرنے والے صحابۂ کرام کا ایمان متزلزل نہ ہو، قرآنِ مجید میں اللہ

---

(۱) صحیح بخاری، حدیث ۵۸۹۲:۔

(۲) صحیح مسلم، حدیث ۲۶۰:۔

(۳) سنن ابوداؤد، حدیث ۴۰۲۸:۔

تعالیٰ نے مشرکوں کے باطل معبودوں کو برا کہنے سے اس لیے منع فرمایا کہ مبادا اس کے رَدِ عمل میں کہیں وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں کوئی نازیبا کلمہ نہ کہہ دیں، ہمیں دیکھنا ہوگا کہ دین کے کسی کام میں ہم جو اضافے کررہے ہیں، ان سے عہد حاضر میں دین کا فائدہ زیادہ ہے یا نقصان؟ اس سے کفار مرعوب ہوتے ہیں یا متنفر؟ اگر نقصان کے احتمالات زیادہ ہیں، تو اس سے اجتناب کریں، موجودہ شِعار پر میلاد النبی ﷺ کو مستحب عمل سمجھ کر منایا جارہا تو اس کی تقدیس کی کوئی حد ہونی چاہئے۔

ماہِ ربیع الاول اور مولانا ابوالکام آزادؒ کی آواز

آج ہم ربیع الاول کی آمد پر اس نبی کی جس قدر تعریف وتوصیف کرتے ہیں عملاً اس سے اتنے ہی دور ہیں، امت کی حالت زار پر مولانا آزادؒ یوں ماتم کناں ہیں: ''جب تم اس ماہ کے واقعہ ولادت کی یاد میں خوشیاں مناتے ہو تو اس کی مسرتوں کے اندر تمہیں کبھی اپنا وہ ماتم بھی یاد آتا ہے جس کے بغیر اب تمہاری کوئی خوشی نہیں ہوسکتی۔ کبھی تم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے کہ یہ کس کی پیدائش ہے جس کی یاد کے لئے تم سروسامان کرتے ہو؟ یہ کون تھا جس کی ولادت کے تذکرے میں تمہارے لیے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیام ہے، آہ! اگر اس مہینہ کی آمد تمہارے لئے جشن ومسرت کا پیغام ہے کیونکہ اس مہینے میں وہ آیا جس نے ہمیں سب کچھ دیا تھا، تو میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کسی مہینے میں ماتم نہیں کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے والے نے جو کچھ ہمیں دیا تھا وہ سب ہم نے کھو دیا، اس لئے ایک طرف اگر یہ ماہ بخشنے والے کی یاد تازہ کرتا ہے تو دوسری طرف کھونے والوں کے زخم کو بھی تازہ ہو جانا چاہئے، تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو؛ مگر تمہیں اپنے دل کی اجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو مگر اپنے دل کی اندھیاری کو دور کرنے لیے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈتے، تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو؛ مگر آہ! تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے، تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال وآستین کو معطر کرنا چاہتے ہو مگر آہ! تمہاری غفلت کے تمہاری عظمت اسلامی کی عطر بیزی سے

دنیا کے مشام روح یکسر محروم ہیں۔ کاش تمہاری مجلسیں تاریک ہوتیں، تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب و زینت ایک ذرہ نصیب نہ ہوتا، تمہاری آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں، تمہاری زبانوں سے ماہِ ربیع الاول کی ولادت کے لئے دنیا کچھ نہ سنتی مگر تمہاری روح کی آبادی معمور ہوتی، تمہاری زبانوں سے نہیں مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اسوہ نبیؐ کی مدح وثنا کے لیے ترانے اٹھتے''۔(۱)

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کی پکار

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ امت کی حالت کا یوں رونا روتے ہیں: ''اگر آج ہم اس بڑے امین کے نقش قدم پر چلتے ہوتے تو ہم میں خیانت و بددیانتی کا گزر نہ ہوتا، اگر ہم آج اس رؤف ورحیم کے پیرو ہوتے تو ہمارے دلوں میں ایک دوسرے سے بے اعتمادی و بدگمانی نہ ہوتی، اگر آج ہم نے اس غار حرا کے بیٹھنے والے کے آثار مبارک کو اپنا سرمہ چشم بنایا ہوتا تو ہمارے باطن میں کسی قسم کی گندگی باقی نہ رہ جاتی، اگر آج ہم فاتح بدر کی عظمت دل سے کرنے والے ہوتے تو مخالفین کے مقابلہ میں ہمیں شکستیں نصیب نہ ہوتیں، اگر آج ہم رحمۃ للعالمین کے پیام پر سچے دل سے ایمان رکھتے تو اپنی جیسی مخلوقات کے ساتھ بیگانگی اور مخالفت نہ ہوتی، اگر آج سچ بولنے اور سچ کے برتنے والے نبی کے طریقے پر ہم قائم ہوتی تو جھوٹ کا ہماری آبادیوں میں نام ونشان ہی نہ ہوتا، اگر آج ہم کو اسم مبارک احمد ﷺ کی لاج ہوتی تو اللہ کی حمد وثنا سے ہمیں اس قدر گریز نہ ہوتا، اگر آج ہم کو اسمِ گرامی محمد ﷺ سے عملاً کوئی واسطہ ہوتا تو اپنی موجودہ پستی و بدنامی سے یہ مراحل دور ہوتے، آج جبکہ سارے ملک میں میلاد مبارک کی محفلیں آراستہ ہو رہی ہوں گی کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ان کے ساتھ ساتھ ہم اپنے خلوت خانہ قلب میں بھی کچھ دیر کے لیے ذکر پیمبر و یادِ رسول ﷺ کی محفل گرم کریں''۔

---

(۱) رسولِ رحمتؐ : مولانا ابوالکلام آزاد

کیا ربیع الاول عید الاعیاد ہے؟

''عید'' کا لفظ ''نماز، روزہ، حج'' کی طرح شرعی اصطلاحی لفظ ہے، اپنے معنی موضوع لہ میں بولا جاتا ہے، لغوی معنی کی مراد متروک ہے، شرعا میلاد کے موقع پر اس لفظ کا استعمال، اور اپنی وضع کردہ مراد لینا خلاف عقل وشرع ہے، میلاد کے موقع پر شرعا کونسا عمل کن شرائط، واجبات ومستحبات کے ساتھ ثابت ہے، جس طرح عیدین میں ہے؟ بلکہ عید ضیافت اللہ ہے تو روزہ منع ہے، میلاد میں روزہ منع ہونا ثابت نہیں ہے، عید میں نماز وخطبہ ثابت ہے، میلاد میں ثابت نہیں، بلکہ خلافِ شرع عمل ہے، آپ ﷺ کے اعمالِ عید احادیث میں تفصیلاً ثابت ہیں، جبکہ میلاد کے اعمال کی تفصیل ثابت نہیں، اعمالِ عید عہد نبوی سے اب تک بلا تر مسلسل ایک ہی طریقہ سے عملاً ونقلاً ثابت ہے جبکہ میلاد کے اعمال کا عملاً ونقلاً ایک ہی طریقہ پر ثابت نہیں، ۶۰۰ھ میں اسکا رواج ہو، ہر دور میں ہر شہر میں مختلف انداز سے منایا جانے لگا، مسنون ہوتا تو اس قدر تغیر نہ ہوتا، سنت کی خاصیت مثبت اور بدعت کی خاصیت معرب کی ہوتی ہے، حبیب ﷺ کی طرف سے دی گئی دو عیدوں کو کافی نہ سمجھ کر مزید عید کا اضافہ شانِ رسالت میں بے ادبی ہے، یہ الزام ہے (نعوذ باللہ) کہ آپ ﷺ امت کو ایک عید بتانا بھول گئے۔

عید کا دن ہے تو وفات کا دن کونسا ہے؟

ربیع الاول میں ولادت بھی ہے، وفات بھی ہے، دونوں ایک ہی ماہ میں ہونے کی حکمت یہ ہے کہ '' آپ ﷺ کی ولادت کی وجہ سے نہ تو ''یوم العید'' (خوشی کا دن) منائے اور نہ ''یوم الحزن'' (غم کا دن) یوم العید منانا چاہے گا تو وفات کا خیال غلو پر مشتمل خوشی کو روک دے گا، ''یوم الحزن'' منانا چاہے تو ولادت کا خیال غم کو روک دے گا، سچ تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ولادت سے زیادہ کوی واقعہ خوشی کا اور آپ ﷺ کی وفات سے زیادہ کوئی واقعہ غم کا

نہیں ہے۔(۱)

کیا عید کے دن روزہ مسنون ہے؟

نبی کریم ﷺ پیر کے دن روزہ ثابت ہے اور مسنون ہے، وجہ آپ ﷺ کی پیدائش کا دن ہونا، اور بندے کے اعمال رب کی بارگاہ میں پیش کیا جانا

"کان یصوم یوم الاثنین ویوم الخمیس ،وسئل عن ذلک

فقال: ان اعمال العباد تعرض یوم الاثنین ویوم الخمیس"(۲)

پیدائش کی تاریخ میں روزہ ثابت نہیں ہے، تاریخ پیدائش سال میں ایک ہی مرتبہ آتی ہے، جبکہ پیر کا دن ہر ہفتہ آتا ہے، صحابہؓ پیر کے دن روزہ کی وجہ پوچھی تھی، تاریخ پیدائش میں روزہ کی وجہ نہیں پوچھی تھی، اعمال ہر پیر و جمعرات پیش ہوتے ہیں نہ کہ تاریخ پیدائش میں پیش ہوتے ہیں، کتب فقہ میں پیر کے روزہ کا ذکر ہے، تاریخ پیدائش میں روزہ کا نہیں۔

بالفرض عید ہے تو عید منانے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

اسلام میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ دو خوشی کے دن ہیں، عیدین کے موقع پر خود نبی ﷺ کیسے خوشی مناتے تھے، خوشی منانے کا طریقہ آپ ﷺ نے سکھایا، عیدین کے موقع پر پاک صاف کپڑے، غسل وصفائی کے اہتمام کے ساتھ نماز ادا کرے جو عام نمازوں کے مقابلہ میں ۶/ زائد تکبیروں کے ساتھ ہے، عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی اور عید الفطر میں صدقہ ادا کرے، اس سے خوشی منانے کا طریقہ واضح ہوتا ہے، خوشی کا دن دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے استحضار، ان پر شکرگذاری، زیادہ سے زیادہ خدا کی بڑائی بیان کرنے اللہ کے محتاج بندوں کا تعاون اور ان کے ساتھ ہمدردی کا دن ہے، خوشی وغم کے تعلق سے پیغمبر اسلام ﷺ نے مکمل رہنمائی فرمائی ہے، مسلمان زندگی کے کسی معاملہ میں آزاد نہیں ہے،

---

(۱) مستفاد: خطبات حکیم الامت، مواعظِ میلاد النبی وعظ "النور"

(۲) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب ماجاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس

خوشی کے موقع پر پیغمبر ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی کہ گانے بجانے اور موسیقی کے ذریعہ ہنگامہ برپا کیا جائے، راستوں اور چوراہوں پر رکاوٹیں کھڑی کر کے دوسروں کو زحمت میں مبتلا کر کے برادرانِ وطن کو انتہائی غلط پیغام دیا جائے، بعض غیر مسلم یہ پوچھنے لگے کہ "کیا پیغمبر اسلام محمد ﷺ نے اس طرح کی حرکتوں کی اجازت دی تھی؟ یہ طریقہ بالکل ہمارے گنیش کے طریقہ کی طرح نہیں؟ اس قسم کے سوالات سے سر شرم سے جھک جاتا ہے۔

عید منانے کی جگہ کیا ہے؟

سماج میں ہر کام کی جگہ متعین ہے، تجارت کی جگہ بازار، کھانے کی جگہ ہوٹل، سونے کی جگہ بیڈ روم، پڑھائی کی جگہ اسکول، علاج کی جگہ ہسپتال، جب یہ عید ہے تو عید عبادت ہے، اور عبادت کے لئے بہترین جگہ مسجد ہے، نہ کہ بازار، میلاد النبی کرنا ہے تو بہترین جگہ مسجد میں نبی کا تذکرہ ہو، سڑکوں پر چوراہوں پر کونسی عید منائی جاتی ہے؟۔

تذکرۂ نبوی ﷺ کے چند آداب

عید کے روز رسول اللہ ﷺ نے بچیوں کو اشعار پڑھتے ہوئے یہ مصرعہ سنا "وفینا نبی یعلم ما فی غد" ہمارے درمیان ایسا نبی موجود ہے جو آنے والے کل کے حالات بھی جانتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے روک دیا کہ یہ بات نہ کہو اور باقی جو کچھ کہہ رہی ہو کہتی رہو۔

جاء رسولُ اللهِ ﷺ فدخل عليَّ صبيحةَ عُرسي فجلس على فراشي كمجلسِك منِّي فجعلَتْ جُوَيرِيَاتٍ لنا يضرِبْنَ بدُفٍّ لهنَّ ويندُبْنَ مَن قُتِل مِن آبائي يومَ بدرٍ إلى أنْ قالت إحداهنَّ: وفينا نبيٌّ يعلَمُ ما في غدٍ فقال رسولُ اللهِ ﷺ: (دعي هذا وقولي ما كُنْتِ تقولينَ۔ (۱)

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث: 5878

اس سے عقیدہ توحید پر زد پڑتی تھی، حضور ؐکی مدح میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ اس سے اسلام کے کسی مسلمہ عقیدہ پر زد نہ پڑتی ہو۔

بخاری شریف میں ہے کہ قریش کے شاعروں نے جب غزوۂ احزاب میں ناکامی کے بعد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اور نعوذ باللہ ہجو میں اضافہ کر دیا تو ان کے جواب کیلئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور ایک موقع پر اپنے جذبات کا اظہار اس طرح فرمایا کہ میں اپنی زبان کے ساتھ ان قریشیوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسان ؓ! میں بھی تو قریشی ہوں، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں قریش کی مذمت کرتے ہوئے آپ کو درمیان سے ایسے نکال دوں گا جیسے آٹے میں سے بال نکال دیا جاتا ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اتنی بات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حضرت حسان ؓ سے فرمایا کہ حضرت ابو بکر ؓ کے پاس بیٹھ کر ان سے میری رشتہ داریوں کی تفصیل معلوم کرلو۔

استأذن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في هجاء المشركين فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم (فكيف بنسبي) . فقال حسان لأسلنك منهم كما تسل الشعرة من العجين. (۱)

مطلب یہ تھا کہ کہیں انجانے میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دو جس سے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سوءِ ادب کا پہلو نکلتا ہو، اسلام کے دفاع و جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کی جنگ میں خطباء و شعراء نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح اور اسلام کی خوبیوں کے بیان کے ساتھ کفار کی طرف سے کی جانے والی ھجو اور اٹھائے جانے والے اعتراضات اور شکوک و شبہات کا جواب دیا اور کفار کے پروپیگنڈے کا رخ پھیر دیا، عالمی سطح پر اسلامی احکام و قوانین، قرآن کریم اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر اعتراضات و کردار کشی کی مہم ہر سطح پر جاری ہے، ان حالات میں نعتیہ شاعری بھی اسلام کے دفاع اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت و

(۱) صحیح بخاری، حدیث: 5798

ناموس کے تحفظ کے لیے اپنا کردار ادا کر سکتی ہے ۔

نبیوں کے آپس میں تقابل سے گریز

قرآن کریم نے بعض انبیاء علیھم السلام کو بعض دوسرے انبیاء علیھم السلام پر فضیلت دی ہے، سب انبیاء کرام علیھم السلام پر اپنی فضیلت اور برتری کا ذکر خود جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو علی الاطلاق تمام انبیاء کرام علیھم السلام پر فضیلت حاصل ہے، شارح بخاری حضرت علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ مطلق فضیلت بیان کرنے سے منع نہیں بلکہ ایسی فضیلت بیان کرنے سے روکا ہے کہ جس سے دوسرے کی اہانت کا پہلو نکلتا ہے، تقابل کی صورت میں دوسری طرف کچھ نہ کچھ اہانت یا تخفیف کا پہلو ضرور نکل آتا ہے، حضرات انبیاء کرام علیھم السلام، حضرات صحابہ کرامؓ، دو بزرگوں یا دو گروہوں کو تولنے کا رواج شروع ہو چکا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی دعا عام آدمی کی دعا کی طرح نہیں ہے، حضور ﷺ کسی کو بلائیں تو ان کا بلانا عام آدمی کے بلانے کی طرح نہیں ہے، حضور ﷺ کو اس طرح بے تکلفی سے نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو، یہ مقام ادب ہے حتیٰ کہ اس کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ اگر مجلس میں تمہاری آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند ہوگئی تو یہ سوءِ ادب تصور ہوگی اور تمہاری نیکیاں اس طرح برباد ہو جائیں گی کہ تمہیں شعور تک نہ ہوگا، نعت میں یا خطابت میں آنحضرت ﷺ کا تذکرہ بے تکلفی کے ساتھ نہیں کرنا چاہیے۔

تذکرے کی چند محبوب شکلیں

اس یادگار مہینے میں رسول اللہ ﷺ کا خود مطالعہ کرنے اپنے مطالعہ کو نسل نو تک پہنچانے کا اہتمام کریں، ہر زبان میں سیرت کا لٹریچر موجود ہے، مختصر بھی، متوسط بھی اور ضخیم بھی ہے، اس مہینے کو سیرت پڑھنے ، اپنی نئی نسل تک پہنچانے کا مہینہ بنائیں، مسلمان

نوجوانوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور طلبہ وطالبات کو رسول اللہ ﷺ کی پاک اولاد و ازواج مطہرات کے نام تک یاد نہیں، صحابہ کا نام دریافت کیا جائے تو چاروں خلفاء کے بعد کم لوگ ہوں گے جو بتا سکیں، رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے اہم واقعات کا بھی علم نہیں، کیا یہ بات محبت کے تقاضے میں داخل نہیں ہے کہ اپنے محبوب کو جانے، پہچانے اور دوسروں سے اس کا تعارف کرائے؟

۱۔کوئز پروگرام منعقد کریں، بچوں کو انعام دیں۔

۲۔ برادرانِ وطن تک رسول اللہ ﷺ کی انسانیت نواز تعلیمات، آپ ﷺ کی بلند اخلاق کے واقعات پہنچائیں، مغرب کی منظم کوشش اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی جائیں، توہین کے مختلف حربے استعمال کیے جارہے ہیں، توہین کے واقعات پر احتجاج میں حق بجانب ہونے کے باوجود یہ مسئلہ کا پائیدار اور مستقل حل نہیں ہے، اصل حل ہر غیر مسلم بھائی تک فرداً فرداً رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ پہنچائی جائے۔

۳۔مقامی زبانوں میں سیرت کا لٹریچر زیادہ مقدار میں شائع کیا جائے ہر صاحب استطاعت مسلمان یہ طے کرلے کہ وہ انگریزی، ہندی یا ہندوستان کی کسی مقامی زبان میں موجود سیرت کی کتاب کے ایک سو تا ایک ہزار نسخے اپنے برادران وطن تک پہنچائے۔

۴۔ ہاسپٹل جا کر مریضوں میں، ریلوے اسٹیشن اور بس اسٹینڈوں پر جا کر مسافروں میں، اسکولوں اور کالجوں میں جا کر اساتذہ اور طالبات میں تقسیم کرے، یہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا حقیقی اظہار بھی، غلط فہمیوں کے ازالہ کا بہترین ذریعہ بھی، بدقسمتی سے اپنی ضروری اور غیر ضروری خواہشات کی تکمیل کے لیے لاکھوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں، لیکن کبھی سیرت النبی ﷺ پر کتابیں خرید کر خود پڑھیں اور بچوں کو بھی اس کا عادی بنائیں۔

سیرت کوئز کی اہمیت وضرورت

آپ ﷺ کا تذکرہ ہر آن ایک سچے عاشق کی شان ہوتی ہے، مگر نہایت افسوس کی

بات ہے کہ اکثر مسلمانوں کے مکان میں سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی کتاب نہیں ہوتی ہے، اب تو بہت ضروری کتابیں بھی گھروں میں نہیں پائی جاتیں۔ والدین خود مطالعہ نہ کرتے ہوں تو اُن سے یہ اُمید کیسے کی جائے کہ وہ بچوں کو اس جانب راغب کرینگے، اگر کچھ دیندار شمار ہوں تو ان کے پاس وقت ہی نہیں کہ اس کا مطالعہ کرسکیں اور اس پر عمل کرنا تو کارے دارد، اسی لئے امت اکثر طبقہ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی سیرت سے ناواقف ہے وہیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول مانتا تو ہے، لیکن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کو نہیں مانتا، جبکہ حکم ہے کہ:

؎ قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجالا کردے

اسکولی طلبا وٗ طالبات میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئز کا انعقاد عمل میں لانا بے حد ضروری ہے، لاکھوں روپیہ خرچ کرکے جلوس نکال کر اسلام کی شبیہ کو بدنام کرنے سے کہیں زیادہ مخصوص حلقہ میں سیرت کوئز پروگرام منعقد کرلینا جس میں مسلمان طبقہ تو ہو ہی مگر برادرانِ وطن کو بھی اہتمام سے شامل کیا جائے۔

افرادِ خاندان آپس میں سیرت کوئز پروگرام کریں۔جس طرح مالی پر باغ کی حفاظت کی ذمہ داری ہوتی ہے، ذرا سی کوتاہی باغ کو تباہ ہوسکتا ہے، اسی طرح والدین اور قوم کے باشعور افراد کی ذمہ داری ہے کہ نسل نو کی ذہنی، تہذیبی، مذہبی، اور فکری ارتداد سے حفاظت کریں، ان کی ذرا سی کوتاہی قوم کو تباہی و بربادی کے عمیق غار میں ڈھیل سکتی ہے۔

اپنے بچوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت راسخ کرنے کے لیے قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ سیرت النبی کا درس دینا صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین کی سنت ہے، حضرت زین العابدینؓ فرماتے ہیں۔ ”ہم آپؐ کے مغازی کی تعلیم اس طرح حاصل کرتے تھے، جس طرح قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔“

امام سمعانیؒ کہتے ہیں: ”والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو آپ کی سیرت سے روشناس کرائیں۔ انہیں بتائیں کہ آپ مکہ میں پیدا ہوئے، قیامت تک آنے والے تمام جن و بشر کی طرف مبعوث ہوئے اور مدینہ منورہ میں ان کا روضہ اقدس ہے۔ ان کی اطاعت

واجب ہے۔ان کے ساتھ محبت جزوِ ایمان ہے۔" (نہج التربیۃ النبویۃ للطفل)

مدارس میں ربیع الاول کی نسبت سے طلبہ میں سیرت کوئز پروگرام کی بہت ضرورت محسوس ہوتی ہے، خیال ہوتا ہے کہ عموماً مدارس میں تو سیرت کا مطالعہ ہوتے رہتا ہے، جبکہ یہ حقیقت نہیں ہے، محض خوش فہمی ہے ۔ایک مدرسہ میں حفظ پڑھنے والی دو جماعتوں کے تیس طلبہ سے پوچھا گیا کہ "مدینہ منورہ" کسے کہتے ہیں؟ ألأمان و الحفیظ صرف ایک طالبِ علم جواب دے پایا۔

ہر پیشہ سے منسلک افراد کو ان کے پیشہ کے احکام سیرت کی روشنی میں جہاں سمجھانا ضروری ہے وہیں ان میں بھی سیرت کوئز کا انعقاد ضروری ہے، سیرت کوئز مقابلہ کرانے کا مقصد صرف یہی ہے کہ نئی نسل میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا حقیقی علم عام ہو جائے تاکہ وہ اپنی زندگی سیرت کے مطابق گزار سکیں۔

سیرت طیبہ کے حقیقی اور انسانیت دوست پیغام کو عام کرنے کی سخت ضرورت ہے، اہانت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سدباب کے لیے علمی وفکری سطح پر پیدا شدہ خلا کو پر کرنے کی ضرورت ہے، کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ جہل کی وجہ سے توہین کے واقعات سرزد ہوتے ہیں، کیا ربیع الاول کے جلوس سے اہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ بند ہوا؟ اگر غیر مسلم تک نبی کی سیرت پہنچائی جاتی تو شاید کچھ کامیابی حاصل ہوتی، اس لیے حیات طیبہ کے گوشے کو عام کیا جائے، جس کے لیے سردست اسلامک کوئز، سیرت کوئز شروع کرنا چاہیئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو عام نہ کرنے کا بڑا نقصان یہ ہوگا کہ غیروں میں دین اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نفرت بڑھتی جائے گی، مزید برآں شدت پسند غیر مسلموں کو شوشل میڈیا پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے کا موقع بھی ملے گا۔ہم سوچیں کیا ہم نے اشاعتِ دین وحفاظتِ دین کی خاطر کوئی تکلیف براشت کی؟ خون بہانا تو دور پسینہ بھی بہایا؟ کبھی بدن پر پتھر کھائے؟ کبھی فاقے سے کبھی پیٹ پر پتھر باندھے؟ صرف تذکرہ ہی تو کرنا ہے، باقی تذکرے کی برکات سے اللہ کروا دیں گے۔

سیرت کوئز اسلام میں داخل ہونے کا ذریعہ

کچھ سال قبل صوبہ کرناٹک کے ساحل پر واقع مشہور شہر بھٹکل میں حضرت مولانا سید رابع حسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ صدارت منعقد سیرت کوئز پروگرام میں سبق آموز واقعہ پیش آیا، پروگرام غیر مسلم لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے رکھا گیا تھا، امتحان مکمل ہو جانے کے بعد جب انعامی اسٹیج لگا، انعامات کا سلسلہ شروع ہوا، پہلے انعام کی مستحق غیر مسلم طالبہ کو جب بلایا گیا تو وہ اسٹیج پر آکر انعام لینے سے انکار کر دیتی ہے، جب اسے یقین دلایا گیا کہ وہ اپنی محنت سے اس انعام کی مستحق ہوئی ہے، پھر بھی وہ انکار کرتے ہوئے کہنے لگی کہ ”میں اس انعام کی حقدار نہیں ہوں، کیونکہ سیرت کوئز کا یہ پروگرام غیر مسلم لڑکیوں کے لئے تھا، اور جب میں کوئز میں شامل ہوئی تو غیر مسلم تھی مگر جب سیرت کا مطالعہ کرتی گئی تو سیرتِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دل کی ظلمت کو نور سے بدل دیا اور امتحان لکھنے سے قبل میں مسلمان ہوگئی، اس لئے میں انعام کی حقدار نہیں ہوں۔ سبحان اللہ۔

یاد رہے کہ سیرت کے ہزار جلوسوں سے ایک غیر مسلم کا مسلمان ہو جانا لاکھ درجہ بہتر ہے۔

ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے کرنے کے کام

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”غیر مسلم طبقہ پر اتمام حجت کے دو طریقے ہیں: ایک طریقہ یہ ہے کہ ہم مسلمان اپنی عملی زندگی کو اسلام کی صداقت کا عملی نمونہ بنا کر پیش کریں اور ہماری عملی زندگی میں لوگ اسلام کی برکتیں اور رحمتیں دیکھ کر اسلام کو نجات و ہدایت کا راستہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقی کمالات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزانہ کیریکٹر لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے اور ہر طبقہ کو اس کی زبان، اس کی سمجھ اور اس

کی استعداد کے مطابق سمجھانے کی کوشش کی جائے تاکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحب خلق عظیم رسول کی محبت لوگوں کے دلوں میں اتر جائے اور پھر اس محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات کو لوگ سچا ماننے پر اپنے آپ کو مجبور پانے لگیں۔(۱)

ہر سال کے ماہِ ربیع الاول کو رسمی ہنگاموں کے حوالے کرنے کے بجائے اس ماہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی کا احیائے سنت واشاعتِ سیرت کا مہینہ بنائیں محبت کے حقیقی تقاضے پر عمل کریں:

(۱) اس ماہ میں سیرتِ رسول کے مطالعہ کا اہتمام۔

(۲) روزمرہ کی سنتوں پر جان جان کر عمل۔

(۳) کسی ایک مٹی ہوئی سنت کا احیاء۔

۴) بچوں کو اخلاقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقف کرانا۔

(۵) روزانہ دس منٹ افرادِ خاندان کے سامنے سیرتِ رسول پر کوئی کتاب پڑھ کر سنانا۔

(۶) ہر دن، کم از کم ہفتہ میں ایک بار بچوں کو کسی ایک سنت پر عمل کے عادی بنانا۔

(۷) اپنے غیر مسلم پڑوسیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ سے عملی طور پر واقف کرانا۔

(۸) یہود و نصاریٰ کی جانب سے سیرتِ رسول کے تعلق سے پھیلائی گئی غلط فہمیوں کے ازالہ کی تدبیر کرنا۔

(۹) سیرتِ رسول کو اجاگر کرنے والے مختصر رسالے ملک کی مختلف زبانوں میں شائع کرنا۔

مولانا احمد ومیض صاحب ندوی نقشبندی دامت برکاتہم لکھتے ہیں: سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوتی استعمال کے لئے مختلف طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں مثلاً یہ کہ مختلف زبانوں میں سیرت سے متعلق مؤثر لٹریچر تیار کر کے عام کیا جائے، غیر مسلموں کے سامنے سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمت والے پہلو کو رکھا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ تعلیمات جو انسانی رواداری اور امن عالم پر مبنی ہیں رائج کی جائیں، مختلف تقریبوں اور عیدوں کے موقع پر غیر مسلموں کو مدعو کر کے

---

(۱) فتاویٰ عزیزیہ ۱۴۱ : بحوالہ اخلاقِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیرت بیان کی جائے، اہل علم طبقہ کے لیے علمی انداز اختیار کیا جائے، مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے الگ الگ اجلاس بھی منعقد کیے جا سکتے ہیں، جیسے وکالت سے تعلق رکھنے والے وکلاء مسلم و غیر مسلم وکلاء کا اجلاس منعقد کریں، اسی طرح ڈاکٹرس مسلم و غیر مسلم ڈاکٹروں کو مدعو کریں، تاجر حضرات غیر مسلم تاجروں کا اجلاس منعقد کریں۔

یادداشت

مرتب کی کتابیں

۱۔رمضان المبارک معروفات ومنکرات

۲۔اصلاحی واقعات دو جلدیں

۳۔اصلاح الرسوم (تسہیل، تعلیق وتخریج)

۴۔عصری خطبات مجلد (زیرِ طبع)

۵۔جماعت اولی کی اہمیت وجماعت ثانیہ کی حیثیت

۶۔نیا سال مغرب اور اسلام کا نقطۂ نظر

۷۔کرسمس کی حقیقت عقل ونقل کی روشنی میں

۸۔ویلنٹائن ڈے تاریخ کے آئینہ میں

۹۔اپریل فول کی تاریخی حیثیت

۱۰۔خیر البیان (مدارس کے طلبہ کے لئے)

۱۱۔ہندوستانی مسلمان آزادیٔ وطن سے تعمیرِ وطن تک (زیرِ طبع)

۱۲۔نفع المفتی والسائل (عربی، تحقیق وتخریج، زیرِ طبع)

۱۳۔اللمعۃ اذا اجتمع العید والجمعۃ

۱۴۔کھیل کود کی تاریخی وشرعی حیثیت

۱۵۔احکام اعتکاف

۱۶۔خواتین رمضان کیسے گذاریں؟

۱۷۔یوم جمہوریہ حقیقت کے آئینہ میں

۱۸۔پتنگ بازی حقائق ونقصانات

۱۹۔وجودِ باری وتوحیدِ باری عقل کی روشنی میں

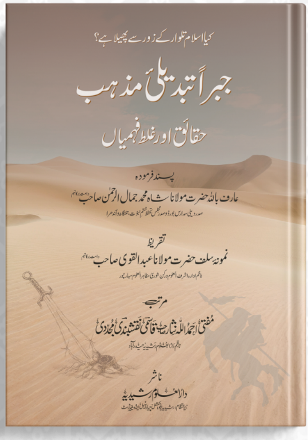
۲۰۔ضیافت فضائل ومسائل

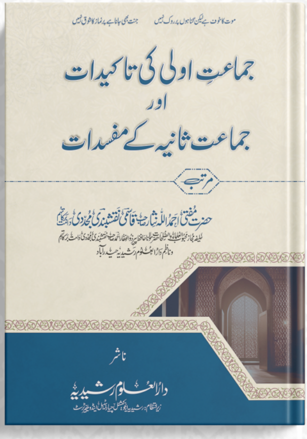
۲۱۔عظمتِ اہلِ بیت اور مسئلہ زکوۃ
۲۲۔ارطغرل غازی سیریل حقائق اور غلط فہمیاں
۲۳۔یتیمی اور یتیموں کے کارنامے
۲۴۔لون (قرض) کے جدید مسائل (زیرِطبع)
۲۵۔ظالموں کا انجام سچے واقعات کی روشنی میں
۲۶۔کرکٹ کی تاریخی وشرعی حیثیت
۲۷۔فروع الایمان (تسہیل،تخریج وتضمیم)
۲۸۔قربانی ِمنکرات ومسالک کے اختلافات کا حل
۲۹۔عصمت دری اسباب وسدباب
۳۰۔سنتِ فجر فضائل ومسائل
۳۱۔خطباتِ قاسمیہ
۳۲۔برادرانِ وطن سے تعلقات۔حدود وحقوق
۳۳۔کمیشن اور بروکری کے احکام
۳۴۔کرایہ کے جدید مسائل
۳۵۔ٹوپی کی شرعی حیثیت
۳۶۔اسلام میں تجارت کی اہمیت
۳۷۔جبر تبدیلیٔ مذہب کی حقیقت
۳۸۔اسلام میں تقسیمِ میراث کی اہمیت اور ہمارا سماج
۳۹۔مروّجہ مضاربت کے احکام
۴۰۔اولاد کے حقوق شریعت وسماج کی روشنی میں
۴۴۔لو جہاد حقیقت یا فسانہ
۴۵۔صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت وضرورت

۴۶۔تیسیر المبتدی بترتیب جدید فارسی (حصہ اوّل، دوم، سوم)
۴۷۔نفقۂ مطلّقہ عقل ونقل کی روشنی میں
۴۸۔تعلیم بالغان و بزرگان۔اہمیت وضرورت
۴۹۔خواتین کے علمی کارنامے۔حافظہ وعالمہ بنانے کی ضرورت
۵۰۔مکاتب کی اہمیت وضرورت
۵۱۔منظم ومؤثر مکاتب کے اصول وآداب
۵۲۔مسنون امامت۔اصول وآداب
۵۳۔مسنون مساجد۔خادمانِ مساجد کی ذمہ داریاں
۵۴۔قتل کا گناہ اور سماج کی صورتِ حال
۵۵۔زمینات ومکانات
۵۶۔ملٹی لیول مارکیٹنگ۔اقسام واحکام
۵۷۔ذکرِ حبیب ﷺ کی برکات
۵۸۔ووٹر آئی ڈی۔ووٹنگ۔الیکشن
۵۹۔اسلاموفوبیا وفلمی دنیا اور فلم ہمارے ۱۲، کا پوسٹ مارٹم
۶۰۔بھارتی مذاہب کی تاریخِ زوال
۶۱۔ذاتی مکان یا کرایہ کا مکان احکام وآداب
۶۲۔تعلیمِ نسوان ومکاتبِ بالغات کی اہمیت
۶۳۔سادات واہلِ بیت کی عظمت ومسئلہ زکوۃ
۶۴۔عظمتِ حفظِ قرآن ومقامِ حفّاظ
۶۵۔قربانی وگاؤکشی۔حقائق اور غلط فہمیاں
۶۶۔قصّاب اور قریشی۔احکام ومسائل
۶۷۔میلاد النبی کی حقیقت دلائل کی روشنی میں

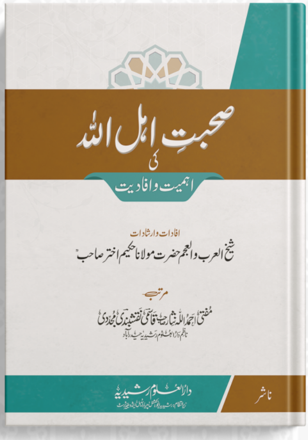
۶۸۔حفظِ قرآن کی اہمیت اور حفاظ کا مقام
۶۹۔سونے کی تجارت کے جدید احکام
۷۰۔سرکاری اسکیموں کے احکام
۷۱۔دینی خدمات پر اُجرت عقل ونقل کی روشنی میں
۷۲۔عظماء فی طفولھم۔بڑوں کے بچپن کے تاریخی وسبق آموز واقعات
۷۳۔مروّجہ رہن کی حرمت اور متبادل جائز شکلیں

مصنف کی دیگر کتابیں









DARUL ULOOM RASHEEDIA
Door Number 12-2-823/A/28A1 Masjid E Qutub Shahi
2nd Floor, opp MS college Santosh Nagar Colony,
(Pillar No17) Mehdipatnum Hyderabad-500028 (T.S)
WWW.darululoomrasheediya.com